176

اِسلام اور تصوّرِ موت

از

محمدؐ قطب الدین احمد

شائع کردہ

انسٹی ٹیوٹ آف انڈو مڈل ایسٹ کلچرل اسٹڈیز

حیدرآباد ۱۹۶۴ء

مکتبہ نشاۃ ثانیہ
معظم جاہی مارکٹ حیدرآباد ۱۰۵

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"افتتاح سخن"

12621
DATA ENTERED

پیش نظر اوراق میں فلسفۂ موت کی قرآن و حدیث کی روشنی میں تفہیم کے ساتھ اسے ارتقا کی ایک اہم منزل قرار دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ مفکرین اسلام کے نظریات اور صوفی شعرا کے الفاظ شعری سے بھی جابجا بیان کو موثق کیا گیا ہے۔ عروج و ارتقا کے مختلف مراحل میں موت بھی سفر حیات کا ایک ایسا ہی جزو، لاینفک ہے، جیسا کہ خود زندگی۔ ایک مقام پر قرآن حکیم نے حیات سے قبل موت کی تخلیق کا ذکر اس طرح کیا ہے، اِلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ (الملک ۲) جس سے موت کی حیات آفرینی، زندگی کا بلا انقطاع تسلسل اور ادنیٰ سے اعلیٰ درجہ میں سروسامان بقا کے حصول کی طرف رہنمائی مل رہی ہے۔ عروج و ارتقا کا یہ قانون ساری کائنات میں کارفرما ہے۔ جمادات اپنی ہستی کو فنا کر کے سبزہ زار کی صورت لہلا رہے ہیں، نباتات اپنی ذات سے محو ہو کر گوسفند کو بہار کا روپ دھار رہے، اور حیوانات خوش ذائقہ اغذیہ میں مبدل ہو کر ارسطاطالیس اور شوپنہار کی شکل میں نمودار ہو رہے ہیں۔ "جملہ عالم آکل وماکول دان" کے اصول پر

اناج کا دانہ دانہ 'نوالہ نوالہ' اور لقمہ لقماں میں جلوہ گر ہو رہا ہے۔ قرآن عظیم کی آیات 'تعرج الملائکۃ والروح' معارج لترکبن طبقا عن طبق ۝ انشقاق اور حضورؐ کے اس ارشاد 'من استوا یوماہ فھو مغبون' (جس کے دو دن ایک رنگ اور ڈھنگ سے گذر گئے' وہ گھاٹے میں رہا) سے بھی اسی ذوق فکر کی تسکین پذیری ہوتی ہے ؎

دل نہ مایوسی پہ مائل ہے' نہ محو ناز ہے
منزل ہستی میں ہر انجام' اک آغاز ہے "اکبر"

روحانیت میں بھی ان ہی نوامیس فطرت کی نفاذ پذیری سے انسان بن جانے کے بعد بھی یہ ارتقا رکتا نہیں' بلکہ فرشتہ صید پیمبر شکار' اور یزداں گیر کی حیثیت میں افق تاب ہو کر' وان الی ربک المنتھی' اور "منزل ما کبریاست"۔ کی بلند بامیوں اور عرش بوس رفعتوں کی طرف وقف پرواز رہتا ہے۔ لہٰذا موت گریز کی نہیں خوش آمدید کہنے کی چیز ہے' جو انسان کے لئے ایک بلند تر سطح پر حیات کی راہ کھولتی ہے۔

بہ گرد اگرد خود چنداں کہ بینم بلا انگشتری و من نگینم "طاہر"

ہر زماں یک تازہ جولانگاہ میخواہم ازو
تا جنوں فرمائے من گوید دگر ویرانہ نیست "اقبال"

میں مشکور ہوں کہ "ادارہ انسٹی ٹیوٹ آف انڈو مڈل ایسٹ کلچرل اسٹڈیز" نے میری اس علمی کاوش کو بنظر استحسان دیکھا' اور اپنے سلسلہ

Marfat.com

مطبوعات میں اسے شامل کر کے میری حوصلہ افزائی کی۔ ادارہ مذکور ڈاکٹر سید عبداللطیف صاحب جیسے بلند پایہ مفکر کی صدارت میں جو گرانقدر علمی خدمات انجام دے رہا ہے، وہ اہلِ علم سے پوشیدہ نہیں۔ مجھے امید ہے کہ مقالۂ ہذا اصحاب دانش و بینش اور ارباب ذوق و حال کے حلقہ میں پسندیدگی اور قدر کی نظر سے دیکھا جائے گا۔

زذوق مانہ شود یا خبر مذاق سقیم
درست ذائقہ داند مذاق شکّر ما (نظیری)

سخن دوست گراں بود، فراواں کردم
جاں بہ بیعانہ بیارید کہ ارزاں کردم (نظیری)

درویش بے گلیم
محمد قطب الدین احمد

ملک پیٹھ۔ حیدرآباد دکن
یکم ربیع الاول ۱۳۸۲ھ

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام اور تصورِ موت

الموت غنیمۃ المومن وریحانۃ المومن (سنن بیہقی)

(موت مومن کا تحفہ اور سکینہ ہے)

در خطر بازی و با محنت بساز   می طلب در مرگِ خود عمرِ دراز
خنجر و شمشیر شد ریحانِ من   مرگِ من شد رونقِ بستانِ من

"رومی"

از مرگ ترسی اے زندہ جاوید   مرگ است صیدے تو در کمینی

"اقبال"

توطئہ مبحث انسان، جو خلاصۂ کائنات اور زبدۂ موجودات ہے۔ اس کے سفرِ زندگی کا نقطۂ آغاز 'ونفخت فیہ من روحی' اور اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ہے۔ اس سفر کی اولین منزل باغ بہشت رہی، جہاں آدم و حوا نے فکر و تردد سے بے نیاز اپنی حیات کا ایک مثالی اور فردوسی دور گذارا۔ شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلَىٰ (۱۲۰:ط) کے ابلیسی فریب کا شکار ہونے کے بعد بطور پاداش ایک خاص مدت کے لیئے اس دنیا میں انھیں حکم سفر دیا گیا:۔

باغ بہشت سے مجھے حکم سفر دیا تھا کیوں   کار جہاں دراز ہے اب مرا انتظار کر

آدم کا یہ ہبوط توبہ و انابت اور اعتراف قصور کے ساتھ قانون استبدال کے تحت ۔ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ ۔ عروج و ارتقائی صورت میں بدل دیا گیا اور انسان ان الی ربك المنتهى کی منزل کی طرف رہ سپار ہو کر اس افگندن کے ساتھ ہی برداشتن اور نگہداشتن کی گود میں پرورش

پانے لگا۔ یہ ٹوٹا ہوا تارا بدر کامل کی صورت میں فلک اجتبا پر افق تاب ہونے کے لیئے اس حیات عارضی میں مختلف ابتلا و آزمائش سے گذارا جا رہا ہے، اور ساری کائنات اس کی بابت، "تا چہ زاید فردا" کی پیش قیاسیوں سے سہمی ہوئی ہے۔

عروج آدم خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں ؛ کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا مہ کامل نہ بنجائے "اقبال"

جو کوئی اس دوروزہ زندگی میں بقائے دوام کے ابلیسی فریب میں آکر اس دنیائے دنی پر فریفتہ ہو کر رہ جائے، تو اس کا نخل حیات نشو و ارتقا رک جانے کے باعث قطع کر دیا جائے گا' اور آخرت میں ان ہی علائق میں جکڑا ہوا دوزخ کا ایندھن بنا دیا جائیگا۔ کما تعیشون تموتون، کما تموتون تبعثون' کما تبعثون تحشرون، جیسے جیوگے ویسے مروگے، جیسے مروگے ویسے اُٹھائے جاؤگے، اور جیسے اُٹھائے جاؤگے اسی رنگ سے حساب کتاب سے دوچار ہوگے ؎ ہر چہ در دنیا خیالت آن بود ؛ تا ابد راہ وصالت آن بود

جنت نام ہے زندگی کے ارتقاء عروج کے جاری رہنے کا' اور دوزخ نام ہے شجر حیات کے ٹھٹر کر مرجھا جانے اور نذر آتش کر دیئے جانے کا۔

رہروان جادۂ حیات کا کمال صنعت یہ ہے کہ وہ لغزشوں اور ٹھوکروں سے گرتے سنبھلتے ..... اپنا سفر حیات جاری رکھیں، ہمت نہ ہاریں بلکہ ہر افتادگی سے ایک نئی توانائی اور تازگی حاصل کرتے رہیں' تو وہ پھر رحمت الٰہی کو ہر موقع پر دستگیری اور رہنمائی کے لئے موجود پائینگے۔ آزمائش و لغزش (TRIAL and ERROR) انسانی ترقی کا اصل الاصول ہے جس پر سارے انسانی علوم کی عمارت استوار ہے۔ عرفی نے کیا خوب کہا ہے

آنکہ ہر گام بلغزید، دریں کوے برفت ؛ صنعت راہروان لغزش گام است اینجا

صحیح مسلم کی درج ذیل حدیث اس صورت حال کی کس دلآویزی کے ساتھ آئینہ داری کر رہی ہے — والذی نفسی بیدہ، لولم تذنبوا، لذھب اللہ بکم ولجاء بقوم یذنبون فیستغفرون (عن ابی ہریرہ) اس ذات کی سوگند جس کے ید قدرت میں میری یہ حیات مستعار ہے، اگر تم سے گناہ بالکل سرزد نہوں، تو خدا تمہیں ہٹا دیگا، اور تمہارے بجائے ایک ایسی قوم کو لائیگا جو شیوۂ بندگی سے آراستہ، اپنی گناہگاریوں کا ازالہ مغفرت کی طلب گاریوں سے کرتی رہیگی ع "آرائش رحمت زگناہ کردن ماست"

حدیث شریف ہے کہ اگر مجتہد سے خطا بھی سرزد ہو، تو اجر و ثواب سے خالی نہیں ؎ گر از دست تو کار نادر آید ؛ گناہے ہم اگر باشد ثواب است "اقبال"

ناصر علی سرہندی کے القاءت شعری کس وجد آفریں انداز میں اس ارشاد نبوی کی تفسیر کر رہے ہیں :-

وضع تمکین خرد، محرم این راہ نبود ؛ لغزش پا مدد کرد کہ دو چشم داد ند

خیط رحمت او دامن آلودہ میخواہد ؛ گناہے را کہ از دستم نمی آید خطا کردم

درضلالت تا بفتادم، ہدایت نداد ؛ راہبر پیدا نشد تا گم نکردم راہ را

امیر خسرو نے اس عصیان و غفران کے اندھیرے اجالے کو کس رعنائی اور خوبی کے ساتھ باہم آمیز کیا ہے :-

چو بار دامنی خود کرد خسرو باد و چشم تر ؛ باب چشم مژہ و دامنش ہموارہ تر بادا

ان لغزشوں کا اصل سبب ان کی چاہ ہے ؛ دیکھیں وہ غور سے تو مرا کیا گناہ ہے

"شاد عظیم آبادی"

زندگی کوئی راز نہیں، محض ذوق پرواز کا نام ہے، موج کی ہستی صرف روانی میں ہے، جہاں سکون آشنا ہوئی نیستی سے ہم آغوش

ہو کر رہ گئی۔ دنیا اقامت گاہ نہیں، انتظار گاہ ہے۔

اقامت گاہ نتواں ساختن گلزار دنیا را — نسیم صبح گوید این سخن آہستہ در گوشم

دنیا کو طرح طرح کی لذتوں، زیبائشوں اور خوشگواریوں سے جو سنوارا گیا ہے، وہ محض ابتلا و آزمائش کی خاطر ہے۔ حُفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ وَحُفَّتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ (متفق علیہ) جنت ناگواریوں سے ڈھانک دی گئی ہے، اور دوزخ خوشگواریوں سے گھری ہوئی ہے۔ انسان ان سے وقتی طور پر اسی طرح استفادہ کر سکتا ہے، جس طرح ایک راہ چلتا مسافر کسی سایہ دار درخت کے نیچے تھوڑی دیر سستا کر آگے بڑھ جاتا ہے۔ ع "ٹک دیکھ لیا، دل شاد کیا، خوش کام ہوئے اور چل نکلے۔" جہاں طرح اقامت ڈالی اپنے مقصد میں نامراد و ناکام اور تباہ و برباد ہو کر رہ گیا۔ اَلْمُؤْمِنُ لَا يَسْكُنُ اِضْطِرَابُهٗ وَلَا يَأْمَنُ رَوْعَتُهٗ حَتّٰى يُخَلِّفَ جِسْرَ جَهَنَّمَ (الحدیث) ....

..... مومن کی بے چینیاں اس وقت تک سکون آشنا نہیں ہوتیں، یا وہ خوف سے اس وقت تک خود کو امن میں نہیں پاتا، جب تک کہ جہنم کے پل کو اپنے پیچھے چھوڑ نہ جائے۔ ابوبکر طمستانی کا ارشاد ہے تصوف و خدا پرستی سراسر اضطراب ہے، جہاں سکون آشنا ہوا تصوف باقی نہ رہا۔ محب کو بے محبوب کے آرام نہیں اور ماسوٰی کے ساتھ کوئی انس و الفت نہیں ہوتی۔ انسان کو ہر حالت میں بے اطمینانی اور گھاٹے کا احساس اس کے الٰہی الاصل ہونے کا بین ثبوت ہے، اس کی اصل خدا کے صفات لامتناہیہ ہیں، جو روح ہستی لامحدود سے سرزد ہوئی ہے۔ اس کا مقصود بھی ہستی لامحدود ہے، اس لئے کوئی محدود شے اس کو مطمئن نہیں کر سکتی

Marfat.com

عشق کو کیوں بے خودی مقصود ہے   حسن بے حد ہے خودی محدود ہے (اکبر)

از عارف رومی پرسیدند کہ حق چیست و عقل کیست، فرمود حق آنکہ بہ ہیچ وجہ مدرک نشود و عقل آنکہ بہیچ وجہ جز بہ او آرام نگیرد ع قلقے ست بے نہایت و درد ے ست بے دوائے" عارف رومی سے پوچھا گیا کہ حق کیا ہے۔ اور عقل کیا چیز ہے، فرمایا حق وہ ہے جو کسی ذریعہ سے پہچانا نہ جائے اور عقل وہ ہے جو بلا حق کو جانے آرام نہ پائے۔"

طلب بے چون و مطلب ہیچگونہ   نہ آں را شبہ و نے ایں را نمونہ

(حضرت باقی باللہ)

حسرت جاویدم از نایابی مطلب مپرس   نارسایاں آنچہ می جویند من گم کردہ ام

چوں زاول تا بہ آخر سافلی   حاصل ما لاجرم بے حاصلی

ما للتراب ورب الارباب   کہاں یہ خاک اور کہاں خلاق افلاک

یہ اللہ کا فضل و احسان ہے کہ دنیا باوجود ایک آزمایش گاہ ہونے کے اس کی عیش سامانیوں اور طرب انگیزیوں کو جلوہ ہائے پا بہ رکاب کی صورت بخشی گئی ہے، کسی چیز کو ہمیشگی اور دوام نہیں، ہر شئے فنا پذیر و زوال آمادہ، بدر گھٹ کر ہلال اور سلخ و محاق بن رہا ہے، ہر طلوع، غروب کی نشاندہی کرنے والا، بہار، خزاں کا پیش خیمہ، پیدائش، موت سے ہم آغوش اور لذت و نشاط، درد و الم کی جانکاہیوں سے آلودہ ؎

دریں چمن کہ بہار و خزاں ہم آغوش است   زمانہ جام بدست و جنازہ بر دوش است

(انور)

شادی و غم ہمہ سرگشتہ تر از یکدگر اند   روز روشن بہ وداع شب تار آمد و رفت

(غالب)

Marfat.com

کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَهٗ (قصص ۸۸) کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ، وَّیَبْقٰی وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ (الرحمٰن ۲۶-۲۷)

نہ گردوں مقام دلپذیر است — ولیکن مہر و ماہش زود میر است
بدوش شام نعش آفتابے — کواکب را کفن از ماہتابے
پر کہسار چوں ریگ روانے — دگرگوں میشود دریا بہ آنے
فنا را بادۂ ہر جام کردند — چہ بے دردانہ اورا عام کردند
تماشا گاہِ مرگ ناگہاں را — جہان ماہ و انجم نام کردند
(اقبال)

انسان کی کوتاہ فہمی، کم نگاہی، اور افلاس ذہنی کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ وہ اس کم فرصتی میں بھی داد عیش دے رہا ہے، نہیں جانتا کہ یہ دار عیش نہیں، دار عمل ہے، یہ جہان گذران از سر تا پا امتحان ہی امتحان ہے، خواہ عیش و طرب کے گہواروں میں جھلایا جا رہا ہو، یا مصائب و آلام کی کٹھالی میں تپایا جا رہا ہو، جو رول بھی دیا ہے، اسے احکام الٰہی کے مطابق سرانجام دینا زاد آخرت ساتھ لینا، اور خودی کی تکمیل کرنا ہے۔

ع "تقصیر مکن دانۂ خود را شجرے کن"۔ ہر طائفہ کا سلوک اس کا حرفہ ہے، زاہد کے لئے زہد و عبادت، حکمران کے لئے عدل و انصاف، دولت مند کیلئے بذل و انفاق، درویش اور تہی دست کے لئے قناعت و بے نیازی اللہ تعالیٰ نے جس نہج کی زندگی عطا کی ہے اسے شریعت کے مطابق ڈھالنا ہی عین اسلام ہے۔ ایک صحابی کا قول ہے، اَلْفَقْرُ وَالْغِنَا مَطِیَّتَانِ یَا لَیْتَ بِاَیَّتِھِمَا رَکِبْتُ، فقر و تمول دو سواریاں ہیں، اے کاش ان میں سے کوئی ایک میرے زیر ران دی جاتی۔ یہی وجہ ہے کہ جو جس پیشہ میں لگا ہوا تھا حضورؐ نے اس کو اس میں لگا رہنے دیا، اور ہر ایک

Marfat.com

کے لئے ایک دستور العمل بنادیا "از کلید دین در دنیا کشاد" اقبال، این یمین اور خواجہ میر درد کس دلپذیر انداز میں اس امر میں ہماری تلقین کر رہے ہیں:۔

مقام پرورش آہ و نالہ ہے یہ چمن — نہ سیر گل کے لئے ہے، نہ آشیاں کیلئے

پوشش تو، اطلس و دیبا حریر — بخیہ زدہ خرقہ پشمین ما
باش کہ تا طبل قیامت زنند — آن تو نیک آید و با این ما

گر قطرہ آبیم، و گر دُر شدہ ایم — نے صورت عجز و نے تفاخر شدہ ایم
محتاج کدام و کیست محتاج الیہ — پیمانۂ عمریم و زخود پر شدہ ایم

زمین شدیم چہ شد آسماں شدیم چہ شد — بچشم خلق سبک یا گراں شدیم چہ شد
بہیچ رنگ دریں بوستاں قرارے نیست — تو گر بہار شدی ما خزاں شدیم چہ شد

جو کوئی اس دنیا کو مقصد و منتہا سمجھیگا، آگے کی منزل - حیات مابعد - اس کی نظروں سے اوجھل ہوجائیگی، من رضی بمقامه حجبت عن امامه، جو کسی مقام پر راضی ہو گیا معاً اس کی اگلی منزل حجاب میں آگئی۔ موجودہ تمدن جو اس دنیاوی زندگی ہی کو سب کچھ سمجھ بیٹھا ہے، وہ اس راضی بمقام ہونے کی عبرت ناک مثال ہے۔ انسان کی ساری توانائیاں اسی حیات بے ثبات کی سنوارا اور برداخت میں ضائع جا رہی ہیں، ایک مجنونانہ مسابقت کا بھوت اس کے سر پر سوار ہے۔ اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَهُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ○ (الکهف ۱۰۴)

Marfat.com

اے پیغمبر ہم تمھیں خبر دے دیں، کون لوگ اپنے کاموں میں سب سے زیادہ نامراد ہوئے؟ وہ جن کی ساری کوششیں دنیا کی زندگی میں کھوئی گئیں، اور وہ اس دھوکے میں پڑے ہیں کہ بڑا اچھا کارخانہ بنا رہے ہیں۔

عمر خوش در وصل جاں پروردن است　　عمر زاغ از بہر جیفہ خوردن است
گر بلیدی پیش ما رسوا بود　　پیش خوکاں شکر و حلوا بود

رومی

فکر صد سال میں بندہ لگا ہوا ہے، اور موت دوش پر خندہ زن ہے۔ مرزا مظہر جان جاناں نے اپنی پوری زندگی عاریت کے مکاں میں گذار دی، تعمیر مکان کی طرف توجہ منعطف کرائی گئی تو کہا کہ چھوڑ جانے کے لئے عاریتی اور ذاتی مکان دونوں برابر و یکساں ہیں۔ لہٰذا لاحاصل، کہ شاہین کے لئے ذلت ہے کارِ آشیاں بندی!

معمارِ خود مشو کہ کنی خانہ ہا خراب　　ویرانہ باش کز تو بنائے شود بلند

مپسند
بیک دو روزہ سر و برگ زندگی　　کہ بہر خلق پئے سود خود زیاں باشی
اگر غبار شوی محو دامن خود باش　　چناں مباش کہ تشویش دیگراں باشی

بیدل

درنسازد با تو ایں خشت و حجر　　ایں ز اسباب حضر، تو در سفر

اقبال

جہاں یکسر مقام آفلین است　　دریں عبرت سرا عرفاں ہمیں است

اقبال

شیوۂ مومن یہ ہے کہ وہ کافر کی طرح آفاق میں گم نہیں ہو جاتا، بلکہ مرکز

کائنات بن کر اسے اپنے گوشۂ دامان میں سمیٹے ہوئے رہتا ہے۔

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے　　مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق

جیسا کہ مولانا روم نے کہا ہے سارے موجودات مومن کے گرد طواف کرتے رہتے ہیں:-

مومن آن باشد کہ گرد خود تنند　　گردشِ افلاک گرد او بود

پائے ظاہر در صفِ مسجد صواف　　پائے معنی فوق گردوں در طواف

زندگی از طوف دیگر رستن است　　خویش را بیت الحرم دانستن است
(اقبال)

تاج نسبت لولاکی اپنے سر پر رکھے ہوئے وہ سارے جہان کو اپنی میراث سمجھتا ہے، اور خود کو اِلَّا لِیَعْبُدُوْن اور اَلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ (زمر ۳) کی متابعت میں خالق کون ومکان کے ہاتھ اپنی ہستی کو فروخت کر چکا ہوتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ○ (توبہ ۱۱۱) بلاشبہ اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں بھی خرید لیں، اور ان کا مال بھی، اور اس قیمت پر خرید لیں کہ ان کے لیے بہشت کی جاوداں زندگی ہو۔

خاکی بسجود بندگی توام باش　　تا بار نفس بدوش داری خم باش

زیں عشق کہ در کارگہ طینت تست　　اللہ نمی تواں شدن، آدم باش

تمہید کافی طویل ہوگئی، اور قدرے موضوع سے دور بھی، لیکن بایں ہمہ قلم کا سرجوش صفحۂ قرطاس پر جس طرح گلکار رہا وہ اصحاب ذوق و حال کے لیے لطف آفرینوں اور طمانیت بخشیوں کی ایک کائنات لیے ہوئے ہے۔

ہوں بے خودی میں قبلۂ ارباب جستجو　　کھویا میں جس جگہ اسے منزل بنا دیا

Marfat.com

دست مراست لالۂ خود رو چمن چمن تمکین من بہ کوشش دہقاں برابر است
"غالب"

موت - قرآن و حدیث کی روشنی میں

موت مثل نوم (نیند) کے ہے۔

قرآن حکیم نے سورۂ زمر میں ان دونوں کی باہمی مشابہت و مشاکلت کی ان الفاظ میں وضاحت فرمائی ہے۔ اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِھَا ج فَیُمْسِکُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْھَا الْمَوْتَ وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰی اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی ط اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ ؀ الزمر ۴۲

وہ اللہ ہی ہے جو روحوں کو ان کی موت کے وقت وفات دیتا ہے، اور جو نہیں مرے ہیں، ان کو انکی نیند میں وفات دیتا ہے، تو جس پر موت کا حکم اس نے جاری کیا، اس کو روک لیتا ہے اور دوسری روح کو (جس پر موت کا حکم نہیں، یعنی نیند والی کو) ایک مدت معینہ کے لئے چھوڑ دیتا ہے، بے شک اس میں، سوچنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ اسی مناسبت سے قرآن دوسری زندگی کے لئے بعث کا لفظ استعمال کرتا ہے جس کے معنی بیدار کرنے اور جگانے کے ہیں یٰویلنا من بعثنا من مرقدنا جس کے صاف معنی یہی ہیں زندگی کا بلا انقطاع تسلسل جاری رہے گا۔

حدیث میں ہے قبر میں نیکو کاروں سے کہا جائے گا۔ نم کنومة العروس، لا یوقظہٗ الا احبُّ اھلہ حتی یبعثہُ اللہ من مضجعہٖ، دلہن کی نیند سو جاؤ اس کو وہی جگاتا ہے جو اس کو سب سے زیادہ عزیز ہے، یہاں تک کہ خدا اس کو اس خوابگاہ سے اٹھائے۔ ہر

Marfat.com

زبان میں موت کے لئے نیند کی عام تعبیر پائی جاتی ہے النوم اخت الموت مختلف زبانوں کا یہ توافق الہام طبعی کی خبر دیتا ہے ۔ جو ماثورہ دعائیں خواب و بیداری کے لئے تلقین کی گئی ہیں ان میں سونے جاگنے، اٹھنے کی احیا اور امانت ہی سے تشبیہ دی گئی ہے ۔ بوقت خواب باسمك اللّٰھم احیٰی وامُوتُ اور وقت بیداری الحمد للّٰہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور۔

اسلامی ادبیات میں موت کے لئے جتنی بھی مصطلحات رائج ہیں ان میں سے کسی ایک سے بھی نابود و معدوم ہونے کی تعبیر نہیں نکلتی ہے کہ گوہر انسان عدم سے آشنا ہوتا نہیں ؛ آنکھ سے غائب تو ہوتا ہے، فنا ہوتا نہیں۔ موت، وفات، رجوع الی اللہ، لقاء رب، وصال، ارتحال، انتقال، اجل اور قضا وغیرہ ان سب اصطلاحات کی یہی تعبیر لی جاتی ہے کہ ایک مدت مقررہ تک اس دنیا کی منزل میں رہ کر آخرت کی منزل کی طرف رہسپار ہونا ہے۔

بہ پایاں نارسیدن زندگانی ست سفر مارا حیات جاودانی ست

(اقبال)

مرگ اک ماندگی کا وقفہ ہے یعنی آگے بڑھیں گے دم لے کر

(میر)

موت کو سمجھے ہے غافل اختتام زندگی ۔ ہے یہ شام زندگی، صبح دوام زندگی

(اقبال)

موت کے بعد تو حقیقی اور دائمی زندگی کا آغاز ہوتا ہے، وانّ الدار الآخرۃ لھی الحیوان، وانّ الآخرۃ ھی دار القرار، و

الدار الآخرۃ خیرٌ وابقٰی، وما الحیٰوۃ الدنیا فی الآخرۃ الا متاع اس دنیا میں وفات پاکر جو عشق کی پہلی منزل ہے انسان اپنا سفر حیات ختم نہیں کرتا، بلکہ آگے اس کو ابھی بہت سے مراحل طے کرنے پڑتے ہیں۔ مولانا روم کے الفاظ ہیں:۔

حملۂ دیگر بہ میرم از بشر　　پس برآرم از ملائک بال و پر

باز دیگر از ملک پراں شوم　　آنچہ در وہم نہ آید آں شوم

پس عدم گردم عدم چوں ارغنوں　　گویدم کانا الیہ راجعون

بے مے مستم فدائے ساقی　　یک خم چہ دہی، ہزار باقی

اس حیات ناسوتی کے اختتام کے بعد بھی یہ زندگانی کا سفر ہزاروں سال عروج و ارتقا کے منازل طے کرتا ہوا جاری رہتا ہے۔ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ (معارج ۲) لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ (الانشقاق ۲۰)

موت انسان کو جن مراحل سے گذارتی ہے اس کا ایک ہلکا سا تصور متذکرہ بالا آیات کی روشنی میں اقبال کے ان اشعار سے ہوتا ہے۔

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں　　ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

قناعت نہ کر عالم رنگ و بو پر　　چمن اور بھی آشیاں اور بھی ہیں

اگر کھو گیا اک نشیمن تو کیا غم　　مقامات آہ و فغاں اور بھی ہیں

تو شاہیں ہے پرواز ہے کام تیرا　　ترے سامنے آسماں اور بھی ہیں

اسی روز و شب میں الجھ کر نہ رہ جا
کہ تیرے زمان و مکاں اور بھی ہیں

Marfat.com

موت کے لیے قرآن کی ایک عام اور اعم اصطلاح لقائے رب اور خدا کی طرف بازگشت کی ہے۔ قرآن کا کوئی ایسا مقام نہیں جہاں موت کا ذکر کیا گیا ہو، اور خدا کی طرف رجوع اور بازگشت کی واضح الفاظ میں صراحت نہ کی گئی ہو۔ یہ اصطلاح اپنے اس دعوے میں بدیہی الثبوت ہے کہ تمام ارواح خدا کے ہاں سے جسم و قالب کے قید میں آئی ہیں، اور موت کے وقت اس عناصر کی چہار دیواری سے چھوٹ کر اسی سرچشمۂ حیات کی طرف راجع ہوتی ہیں لہٰ سعید روحوں کو وقت احتضار یہ مژدۂ روح پرور سنایا جاتا ہے۔

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِىٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً (الفجر ۲۷، ۲۸)

اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف ساری رضامندیوں اور شگفتہ روئیوں کے ساتھ لوٹ جا۔ مولانا روم نے کس دلپذیر انداز میں اس سیر الی اللہ کو برنگ الہام حرف و صوت کے پردوں میں محفوظ کر دیا ہے۔

ہر نفس آواز عشق می رسد از چپ و راست ۔۔۔ ما بہ فلک می رویم، عزم تماشا کراست
ما بہ فلک بودہ ایم، یار ملک بودہ ایم ۔۔۔ باز ہماں جا رویم بازکہ آں شہر ماست
ما ز فلک برتریم، و ز ملک افزوں تریم ۔۔۔ زیں دو چرا نگذریم، منزل ما کبریاست

علامۂ اقبال نے اس بادۂ ناب کو خمستان حجاز سے لے کر عجمی پیمانوں میں پیش کیا ہے، گویا حدیث رسول ؐ کی ترجمانی کی ہے۔

بندۂ حق ضیغم و آہو است مرگ ۔۔۔ یک مقام از صد مقام اوست مرگ
می فتد بر مرگ آں مرد تمام ۔۔۔ مثل شاہینے کہ افتد بر حمام
زانکہ در عرض حیات آمد ثبات ۔۔۔ از خدا کم خواستم طول حیات
مرگ مومن چیست ہجرت سوئے دوست ۔۔۔ ترک عالم، اختیار کوئے دوست

Marfat.com

عشق در ہجر و وصال آسودہ نیست ‎ ‎ بے جمال لایزال آسودہ نیست
عشق بے پروا دہر دم در رحیل ‎ ‎ در مکان و لامکاں ابن السبیل
کیش او مانند موج تیز گام
اختیار جادہ و ترک مقام

برتر از اندیشۂ سود و زیاں ہے زندگی ‎ ‎ ہے کبھی جاں، اور کبھی تسلیم جاں ہے زندگی

دنیا ایک غربت سرا ہے

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے میرے دونوں شانوں کو تھام کر یہ حدیث ارشاد فرمائی، کُنْ فِی الدُّنْیَا کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ اَوْ کَاَنَّکَ عَابِرُ سَبِیْلٍ وَّعُدَّ نَفْسَکَ فِیْ اَصْحَابِ الْقُبُوْرِ، تو دنیا میں ایک مسافر کی طرح رہ، یا ایک راہرو کی مانند زندگی گذار، اور اپنے نفس کو اہل قبور میں شمار کر۔ ابن عمرؓ اس حدیث کے بیان کے ساتھ مزید تشریح ان الفاظ میں فرماتے ہیں کہ جب تو صبح کرے تو شام کا منتظر مت رہ، اور جب شام ہو تو صبح کی توقع مت رکھ "کیں خستہ اگر دیر زید شام بہ میبرد" صحت کو غنیمت جان، بیماری کی حالت میں کچھ نہیں ہو سکتا، اور زندگی میں موت کے لئے سازو برگ فراہم کرتا رہ۔

از رباط تن چو بگذشتی دگر معمورہ نیست ‎ ‎ زاد راہے برنمی داری ازیں منزل چرا
(صائب)

تیرے نفس کی ہر آمد و شد نخل حیات کو قطع کر رہی ہے۔
از بہر قطع کردن نخل حیات من ‎ ‎ چوں ارہ ہر دو دم نفسم در کشاکش است

صَلّوصلٰوۃَ مُوَدِّعٍ اپنی ہر نماز کو اس خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کر کہ یہ تیری آخری اور وداعی نماز ہے، شاید پھر دل میں اس کی حسرت ہی رہ جائے ؎

چوں توانستم ندانستم چہ سود ؏ چوں بدانستم، توانستم نبود
عطار

لیس للماصئین هم الموت/انما لهم حسرت الفوت،

چگونہ سر ز خجالت برآورم بردوست کہ خدمتے بسزا برنہ آید از دستم

جو دنیا سے گذر گئے انھیں اپنی موت کا غم نہ ہوگا، بلکہ ما عبدناک حق عبادتک کی خلش ان کی روح کو بے چین کئے ہوئے ہوگی۔ یہ اس ذات اقدس ؐ کے ذوق عبادت کا حال ہے، جس کی حیات طیبہ کی ساری راتیں قیام، سجود اور رکوع میں گذر گئیں، جس کے پائے مبارک پر کثرت قیام سے سوجن چڑھ آتی ہو۔ اور جس کی آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھ دی گئی ہو، قرۃ عینی فی الصلوٰۃ۔ حضور کا ارشاد ہے کہ اگر میں راہ خدا میں ہزار مرتبہ بھی مارا جاؤں تو پھر بھی میری یہ تمنا رہیگی کہ دوبارہ جلایا جاؤں اور اسی طرح نقد حیات راہ خدا میں نچھاور کرتا رہوں۔

گر عشق بود راغب و مرغوب بود حسن ہرگز نشود وصل بہ صد بار مکرر

وداع و وصل جداگانہ لذتے دارد ہزار بار برو، صد ہزار بار بیا
'غالب'

دنیا کی مثال ایک ایسے راستہ کی سی ہے جس کا آغاز مہد اور انجام لحد ہے۔

درمیان میں کئی مسافتیں متعین اور معدود کی ہوئی ہیں۔ ہر سال ایک منزل کی صورت رکھتا ہے اور ہر مہینہ فرسنگ اور کوس کی طرح، ہر سانس مثل گام اور قدم کے۔ اس راہ پر جملہ افراد نسل انسانی قطار در قطار جادہ پیما ہیں، کوئی ایک فرسنخ تک آکر دم توڑ دیتا ہے۔ کوئی راستہ میں ٹھنڈی چھاؤں دیکھ کر طرح اقامت ڈال دیتا اور ایسے جتن کرنے لگتا ہے کہ اس رہگذر پر اسے دوامًا زندگی گذارنا ہے اسی غفلت میں موت کا پنجہ آدبوچتا ہے، اور سب ٹھاٹھ پڑا رہ جاتا ہے۔

می نشستم زغم آسودہ کہ ناگاہ زکمیں عالم آشوب نگاہے سرِ راہم بگرفت

خواجہ باقی باللہؒ

بعد میں فضا میں یہ آواز گونجتی سنائی دیتی ہے، ذھب الدنیا وبقیۃ الاعمال فی اعناقکم دنیا بیت گئی اور تمہارے کرتوت گلے کا ہار ہو کر رہ گئے۔

انسان کو اپنے مستقبل کی بابت ایک لمحہ قبل کا بھی علم نہیں دنیا میں کتنی مدت رہتا ہے، یہ زندگی کی مسافت کتنی طویل ہے، یہ جو قدم اٹھایا جارہا ہے، وہ زمین پر آنے سے قبل روح کو آنسوئے افلاک اور جسم کو پیوندِ خاک تو نہیں کر دے گا، یا یہ جو نفس کا آرّہ دو دم چل رہا ہے وہ کس محل پر نقل حیات کو قطع کر دے گا۔ غرض یہ کہ ہر سانس اور قدم پر خطرہ لگا ہوا ہے۔ اگر بفرض محال موت کے آنے کا علم بھی ہو جائے، اور اس کے لئے ایک طویل مدت بھی مل جائے پھر بھی یہ یقینی ہے کہ یہ رفتنی اور گذاشتنی ہے، یہاں آرام و راحت کہاں۔

عمر ہر چند کہ بسیار تنا راحت تر خواب کم حاصل شبہائے درازم کردند

"ناصر علی سرہندی"

اس معاملہ میں جہل و علم ہر دو یکساں اور قد کی کوتاہی اور درازی غیر نفع بخش، جب قسمت ہی میں غرق آب ہونا مقدر ہو چکا ہو، تو عوج بن عنق کی افسانوی درازقامتی بھی کچھ سودمند نہیں ہو سکتی۔

چوں قامت ما برائے غرق است   کوتاہ و بلند را چہ فرق است

کلبۂ کاندرو نخواہی ماند   سال عمرت چہ دہ، چہ صد، چہ ہزار

اگر صد سال مانی ور یکے روز   بباید رفت زیں کاخ دل افروز
دریں صندل سرائے آبنوسی   گہے ماتم بود، گاہے عروسی
چو ہر شادی و غم جائے روبند   بجائے سر، بجائے پائے کوبند

عمر تو چہ دو صد، و چہ سی صد و ہزار   زیں کہنہ سرا، بروں برندت ناچار
گر بادشہی، و گر گدائے بازار   ایں ہر دو بیک نرخ بود آخر کار

اصحاب بصیرت و حکمت کا قول ہے، الدنیا اشبہ شیٔ بظل الغمام ونوم الاحلام، دنیا ابر کے سایہ کے مانند رواں دواں ہے، یا بدخوابی کی طرح ہے، جس کی لذت ایک لمحہ میں گذر جاتی ہے اور گندگی باقی رہ جاتی ہے۔

دیدۂ تحقیق سے دنیا کی حالت دیکھئے   پہلے لذت، اور آخر میں نجاست دیکھئے
(اکبر)

دنیا میں کوئی چیز اتنی قطعی، حتمی اور یقینی نہیں، جتنی کہ موت ہے،

وحی والہام نے اس کو اسی قطعیت کے سبب یقین کا نام دیا ہے وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ، لیکن انسان اپنی فطری غفلت و نسیان سے اس کو عملاً "یقین مشکوک" کے درجہ پر رکھا ہے، یعنی ایسی چیز جس کو یہ جاننے کے بعد بھی کہ آمدنی، رسیدنی اور شدنی ہے، اس کے ساتھ ایسی لاپرواہی برتنا کہ معلوم ہو کہ وہ اس کی یقینیت پر شک کرتا ہے۔ عجیب قدرت الٰہی ہے کہ ایسی عامۃ الورود چیز پر انسانی ذہن کی فریب خوردگی کے سبب غفلت کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ اس دنیا میں ہم کی حالت اس شخص کے مانند ہے جس کے پیچھے شیر لگا ہوا ہو، اور وہ اس کے آگے خوف سے بھاگ رہا ہو۔ ذیل کی حکایت اس صورت حال کی ایک حسین تمثیل ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جنگل میں شیر نے ایک آدمی کا پیچھا کیا، وہ دہشت زدہ ہو کر بھاگنے لگا، جب راہ گریز نہ دیکھی تو حالت اضطرار میں ایک اندھے کنوئیں میں کود پڑا، کچھ شاخیں اور گھاس گرتے ہوئے اس کے ہاتھ لگیں، انھیں تھام کر وہ کنوئیں میں لٹک گیا۔ کنوئیں کی تہہ میں جب نظر پڑی تو ایک خونخوار اژدھے کو منہ کھولا ہوا پایا، جو اس کی طرف پھنکاریں مار رہا ہے، کہ اگر گرے تو فوراً لقمہ بنائے، کنوئیں کے اوپر شیر اس بات کا منتظر کہ اوپر آئے تو اس کو پھاڑ کھائے، گھاس پھونس کا سہارا لے کر اس نے اپنے اوسان بجا کئے ہی تھا کہ کیا دیکھتا ہے کہ چوہے نکل آئے ہیں اور ان ڈالیوں اور گھانس کی جڑوں کو مثل رشتۂ حیات کے قطع کر رہے ہیں۔ یہ حیران و پریشان نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن، موت و زیست کی اس کشاکش میں ایک کونے میں شہد کے چھتے پر نگاہ پڑی، معاً نظر پڑتے ہی جو آفتیں سر پر منڈلا رہی تھیں انھیں بھلا بیٹھ

باوجود مکھیوں کی نیش زنی کے دو تین انگشت شہد حاصل کر کے چاٹنے لگا۔ اس کی لذتوں سے ابھی کام و دہن آشنا ہوئے ہی تھے کہ رشتہ عمر قطع ہو گیا۔ اور وہ غم و اندوہ کے کنویں میں اژدہا کے منہ میں جا گرا۔ اسی طرح شیر قضا ہر ایک کے عقب میں ہے اور امروز فردا میں غم و اندوہ کے کنویں میں موت کا اژدہا نگل جانے کے لیئے منہ کھولے بیٹھا ہے۔

جان چیست غم و درد و بلا راہدفے   دل چیست درون سینہ سوزے و تفے
القصہ پے شکست ما بستہ صفے   مرگ از طرفے و زندگی از طرفے

(مومن یزدی)

یا در درون قبۂ این آسماں مباش   یا از حوادثے کہ رسد سر گراں مباش
کس را خط دوام فراغت ندادہ اند   بار جہاں اگر نہ کشی در جہاں مباش
تا میہمان میکدہ نقل و جام ہست   این تلخ و شور کم نشود بدگماں مباش
دخل بقا بخرج فنا سر بہ سر نمائے   گر در مقام سود نۂ در زیاں مباش
آزار تو ز تست نظیری ز خود گریز
خصمی تو بہ تست ز خود در اماں مباش

آسودگی بہ گوشۂ دنیا ندیدہ ایم   جاں دادہ ایم و کنج مزارے خریدہ ایم

غنی کشمیری

حیات دولت مستعجل ہے۔

اس کی نمود و بود تبسم شرار سے زیادہ نہیں

الدنیا ساعۃ فاجعلہا طاعۃ۔ دنیا ایک ساعت

Marfat.com

ہے، اور اس کی وجہ آفرینش الا لیعبدون کی حامل۔ ایک دوسرے مقام پر اس کی ان الفاظ میں توصیف کی گئی ہے، الدنیا یوم ولنا فیھا صوم، دنیا یک روزہ ہے، اور ہمارا اس میں روزہ ہے۔ ایک اور جگہ یہ تعلیم ہے صم عن الدنیا وافطر عن الآخرہ، دنیا میں روزہ داری اور آخرت میں روزہ کشائی۔ کہیں اس کو ایک گھڑی کی طرح بتلایا گیا ہے۔ الدنیا ساعۃ ولیس فیھا راحۃ۔

جب حضور اکرمؐ عام صحابہ کے ساتھ مٹی اور پتھر ڈھو رہے تھے، حضرت ابوہریرہؓ عرض پرداز ہوئے کہ سرکارؐ کی زمگی کا کام میں اپنے سر آنکھوں پر لیتا ہوں، جواباً ارشاد ہوا، لاعیش الاعیش الآخرۃ حضرت عیسیٰؑ جنھیں نصاریٰ ابن اللہ کہہ کر گمراہ ہوئے، آپ کا ارشاد اپنی ذات کے بارے میں یاد رکھنے کے قابل ہے، اصبحت مرتھنا بعملی، والامر بید غیری، فلا فقیرا افقر منی مجھ پہ ہر صبح اس طرح مسکراتی ہے کہ میں اپنے اعمال کے ہاتھوں گرو رہتا ہوں، اور وہ کسی دوسرے کے اختیار میں ہیں۔ پس کوئی ہے جو مجھ سے زیادہ تہی دست و تہی مایہ ہو۔ جو واقفان طریق ہیں ان کا کھانا پینا، سونا بولنا اس طرح ہوتا ہے۔ اَکْلُھُمْ کَاَکْلِ الْمَرْضیٰ، وَنَوْمُھُمُ الْغَرْقیٰ، وَکَلَامُھُمْ کَکَلَامِ الثَّکْلیٰ، ان کا کھانا ایک مریض کی طرح، سونا ایک غرق آب کی مانند، اور بولنا ایک غم زدہ ماں کے مثل ہوتا ہے۔

خلق جدید، حشر مُجَدَّد، اور ہر آن فنا و بقا جسے عرفائے طریق خلع ولبس اور تجدد امثال سے تعبیر کرتے ہیں اور جس کو شیخ اکبرؒ نے فص شعیبی میں شرح وبسط کے ساتھ پیش کیا ہے نفس کی آمد و شد کے ساتھ اسی

فنا و بقا کا دامن باندھ دیا گیا ہے، تیز تسلسل اور سرعتِ سیر کے سبب ایک عام ذہن اس کے عرفان سے قاصر ہے۔ قرآن کا ارشاد ہے بَلْ ھُمْ فی لبسٍ من خلقٍ جدید (ق) ہر نفس نو میشود دنیا و ما، بے خبر از نو شدن اندر بقا۔" عمر ہمچو جوئے نو، نو می رسد، مستمرے می نماید در جسد" مثل ایک کف بردہاں جوئے رواں کے ہر آن ایک عالم فنا ہو رہا ہے، اور طرفۃ العین او ھو اقرب اس کے مثل ایک دوسرا عالم جنم لے رہا ہے، اس برق آسا تسلسل و اتصال کے باعث نظر اس فریب کا شکار ہوتی ہے کہ ایک ہی چیز رواں دواں ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی آگ کو دائرہ کی شکل میں گھما رہا ہو، دیکھنے والے کو یہ التباس نظر ہوتا ہے کہ آگ کا ایک حلقہ بن رہا ہے، حالانکہ بہ حین گردش یہ آگ پیہم وجود و عدم سے آشنا ہو رہی ہے۔ علامہ محمود شبستری نے گلشن راز میں ان عرفانی دقائق کی اس طرح عقدہ کشائی کی ہے:۔

جہاں خلق و امر از یک نفس شد — کہ ہم آں دم کہ آمد باز پس شد
ولے از جائیگاہ آمد شدن نیست — شدن چوں بنگری جز آمدن نیست
ہمہ از وہم تست ایں صورت غیر — کہ نقطہ دائرہ است از سرعت سیر
ز احمد تا احد یک میم فرق است — جہانے اندر آں یک میم غرق است

یہ سب صفات حی و قیوم، محی و ممیت، اور مُبدی و مُعید کی معجز نمائیاں اور کرشمہ سازیاں ہیں:۔

تا با خودم از عدم کم کم — چوں با تو بدم ہمہ جہانم
آنانکہ ربودۂ الستند — از عہد الست باز مستند
در منزل در دلبستہ پابند — در دادن جاں کشادہ دستند

Marfat.com

چالاک شدند و پس بیک گام — از جوئے حدوث با زرستند
فانی ز خود و بدوست باقی — ایں طرفہ کہ نیستند و ہستند
(حکیم سنائی ؒ)

12621

"بدل ما یتحلل" حیاتیات کا ایک مسلمہ نظریہ ہے۔ اس کی رو سے ہر سانس انسان کے جسم میں ایک نئے تغیر و تبدل کی حامل اور کایا پلٹ کرتی رہتی ہے۔ جس میں اجزا تحلیل ہوتے رہتے ہیں، ان کی جگہ نئے اجزا لے لیتے ہیں۔ کیونکہ ہر منزل پر جسم کو نئے حالات کے ساتھ نئے آلات کی ضرورت لاحق ہوتی رہتی ہے۔ رضاعت و شیر خوارگی کا جو تقاضہ تھا وہ طفولیت میں باقی نہیں رہا، بچپن جن باتوں کا متقاضی تھا، بلوغت ان سے بے نیاز رہتی ہے۔ عنفوان شباب کی سرمستیاں، کہولت کی نیم جوشیوں و نیم کوشیوں کا ساتھ نہیں دیتیں، اور یہ شیر گرمیاں شیخوخت میں یک لخت سرد مہریوں سے مبدل ہو کر ٹھنڈی راکھ بن جاتی ہیں۔ علمائے حیاتیات کا خیال ہے کہ اس زندگی میں جسم کی ہر لمحہ تجدید ہوتی رہتی ہے۔ سات برس قبل کے جسم کا ایک ذرہ بھی نوساختہ جسم میں برقرار نہیں رہتا، جس کی بابت مولانا نے بڑا لطیف اشارہ کیا ہے۔

پس ترا ہر لحظہ مرگ و رجعتے ست — مصطفیٰ فرمود دنیا ساعتے ست

ٹینی سن (Tenny son) نے اسی خیال کی ترجمانی (VISION OF SIN) اور (IN MEMORIAM) بھی کی ہے:-

EVERY MOMENT DIES A MAN.
EVERY MOMENT ONE IS BORN.

MEN MAY RISE ON STEPPING - STONES
OF THEIR DEAD SELVES TO HIGHER THINGS

اطالوی شاعر گوئٹے نے بھی اسی اصول زندگی کی تلقین کی ہے کہ ہر قدم پر موت ہی سے حیات پیدا کرتا ہوا اوپر کی طرف صعود و عروج کرتا چلا جا۔
مولانا روم نے حیات دنیا کی ساری تگ و دو کو صرف تین لفظوں میں سمیٹ لیا ہے۔

Marfat.com

حاصل عمرم سہ سخن بیش نیست ؏ خام بدم، پختہ شدم، سوختم

ابوطالب کلیم ملک الشعرائے دربار شاہجہانی نے حیات کی ساری ہنگامہ خیزیوں اور سرگرمیوں کو صرف دو باتوں میں محصور کر دیا ہے۔

بدنامی حیات دو روزے نبود بیش   آں ہم کلیم با تو چہ گویم چساں گذشت
یک روز صرف بستن دل شد بہ این و آں   روزے دگر بہ کندن دل زین و آں گذشت

اس حیات مستعار میں انسان کی ساری تباہی آمیختگی میں نہیں آویختگی میں ہے سب کے ساتھ میل ملاپ لیکن وابستہ کسی سے نہیں، با ہمہ اور بے ہمہ ہی یہی تفریدی شان ہے، آمیختہ، ہمہ کس باش و آویختہ کس مباش۔

ظاہرے با این و آں در ساختہ   باطنے از جملہ وا پرداختہ

بگیر رسم تعلق دلا ز مرغابی   کہ او ز آب چو برخاست خشک بر خاست

دنیا کی جگہ دل میں نہیں بلکہ اس کا مقام متاع دست گرداں کی طرح ہاتھ میں ہے۔ اگر یہ ہاتھوں میں رہے "خیر کثیر" کے حکم میں داخل، نعم المال الصالح للرجل الصالح، دنیا در دل در دست، در دست دوا، یعنی آنجا غطا شود وانجا عطاء۔ اسلامی زندگی گریز سے نہیں، پرہیز سے نشوونما پاتی ہے، مومن اہل تقصیر سے نہیں صاحب تسخیر ہوتا ہے۔

کمال ترک نہیں آب و گل سے مہجوری   کمال ترک ہے تسخیر خاکی و نوری
اقبال

آب در کشتی، ہلاک کشتی است   آب در بیرون کشتی پشتی است
رومی

گرچہ در تعمیر جسمم فارغ از دل نیستم — دست در گل دارم اما پائے در گل نیستم

ہر کہ عشق مصطفے سامان اوست — بحر و بر در گوشۂ دامان اوست

انبیأ و رسل، ارباب وحی والہام اور اصحاب علم و عرفان نے دنیا کی اس بے ثباتی اور آنی فانی حالت کو دیکھ کر جہاں مکاں بر پا، اور مکیں پوچ اور پادر ہوا ہے، اپنے اپنے انداز میں انتہا درجہ دلپذیر نصیحتیں کی ہیں:-

جامع ترمذی میں اس حدیث کو حضور سے نسبت دی گئی ہے ارشاد ہے: میرا اور دنیا سے کیا تعلق، میرا حال اور دنیا کا حال تو ایسا ہے جیسے ایک سوار ہو، کسی درخت کی چھاؤں میں کھڑا ہوا، اور پھر درخت اور اس کی چھاؤں کو چھوڑ کر چلدیا۔

دل برین منزل فانی چہ نہی — رخت بربند کہ انا اللہ

حضور سے عرض کیا گیا: چہ فرمائی در حق دنیا فرمودند کہ چہ گویم در حق چیزے کہ بہ محنت بدست آوردند و بہ مشقت نگاہ دارند و بہ حسرت بگذارند حضور کا ارشاد ہے، نَجَا الْمُخِفُّوْنَ وَھَلَکَ الْمُثْقِلُوْنَ (الحدیث) سبکسار نجات پائے اور گرانبار تاراج ہوئے۔

بہ ہر آب از سبکساری رواں است — تہی چوں گشت کشتی بادباں است

(بیدل)

چیست میدانی نظیری وقت مرگ افلاس ما — جاں بہ ساحل بردن و ساماں بہ طوفاں باختن

حضرت عیسیٰ نے اپنے حواریوں سے فرمایا تھا، بحق اقول لکم ان اکل نخالۃ الشعیر وسف الرماد، ولبس المسوح الخشنہ، والنوم علی المزابل لکثیر علی من یموت۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں، جو کہ

کھانے کو، صاف پانی پینے کو، موٹا چھوٹا لباس، اور گھر پر سونا، جس کا انجام موت ہو اس کے لئے یہ بھی بہت ہے۔ کسی شاعر نے اس کو پیرائے نظم سے یوں آراستہ کیا ہے۔

داشت لقمان یکے کریچۂ تنگ — چوں گلوگاہ نائے و سینۂ چنگ
بوالفضولے سوال کرد از وے — کیں چہ خانہ است یک بدست و نے
بادم سرد و چشم گریاں پیر — گفت ھذا لمن یموت کثیر

حضرت عمرؓ کا قول ہے اَقْلِلْ مِنَ الدُّنْیَا تَعِشْ حُرًّا دنیا تھوڑی حاصل کر اور زندگی آزاد گزار۔

سرمایۂ نشاط تو لرفع تعلق است — از ترک برگ نے بہ مقام نوا رسید
(بیدل)

ہمت ہست رسا دستم اگر کوتاہ است — پشت پائیم رسد ار دست بدنیا نرسید
(کلیم)

نان جوین و خرقۂ پشمین و آب شور — سیپارہ کلام و حدیث پیمبری
ہم نسخۂ دو چار ز علمے کہ نافع است — در دیں، نہ لغو بو علی و ژاژ عنصری
تاریک کلبۂ کہ پئے روشنی آں — بیہودہ منتے نبرد شمع خاوری
با یک دو آشنا، کہ نیرزد بہ نیم جو — در پیش چشم ہمت شاں ملک سنجری
ایں آں سعادت است کہ حسرت برد برآں — جو پائے تخت قیصر و ملک سکندری

ایک دوسرے اہل اللہ مولانا جمالی جن کا نعت رسولؐ میں یہ شعر بارگاہ رسالت

Marfat.com

میں مقبول ہو کر شہرت دوام حاصل کر چکا ہے ۔ "موسیٰ ز ہوش رفت بیک پرتو صفات ؛ تو عین ذات می نگری در تبسمی - یہی بزرگ مکروہات دنیا میں نہ پھنسنے کی بابت دلدادگان عیش فانی کو اپنے نغموں سے اس طرح جھنجوڑ رہے ہیں

دلکے پر ز مہر دو ستکے گزکے بوریا، دو ستکے
لنگلکے زیر و لنگلکے بالا نے غم دزد، نے غم کالا
ایں قدر بس بود جمالی را عاشق رند لاابالی را

مولانا غلام علی آزاد بلگرامیؒ نے دنیا سے استفادہ کرنے کی بابت کیا دلآویز تشبیہ دی ہے : "دنیا بہ نہر طالوت می ماند، غرفہ ازاں حلال است وزیادہ حرام"۔ مظفر شاہ کرمانی، جو حضرت رابعہ کے معاصر تھے، اس حیات ناسوتی کو کامیاب ڈھنگ سے گذارنے کے لئے یہ زرین اصول پیش کر رہے ہیں۔ "باید کہ نظر تو در دنیا برائے اعتبار باشد، وسعی تو در آں بر حد اضطرار وترک آنرا بر سبیل اختیار"۔ شیخ حمزہ جو سلطان بہلول لودھی اور اسلام شاہ سوری کے ہم عہد ہیں کس قدر آتشیں مثال سے اپنے ابنائے جنس کی پشت غفلت کو داغ رہے ہیں :- "دنیا مثل آتش است، ہمیں قدر بس است کہ از دے چیزے پختہ خورند، ودر وقت سردی گرم شوند، چوں زیادہ شود بسوزد وہلاک کند"۔

دنیا کی جو کچھ حقیقت اور قدر و قیمت ہے اس کو شقیق بلخیؒ نے ہارون رشید کو نصیحت کرتے وقت نہایت موثر انداز میں بیان کیا ہے - جب وہ حج کے ارادہ سے بغداد پہنچے، تو ہارون نصیحت کا خواستگار ہوا، فرمایا کہ اگر تم کسی بے آب و گیاہ بیابان میں تشنگی سے جان بلب ہو رہے ہو، اور پانی تم کو اس وقت تک نہ مل سکے کہ آدھی سلطنت اس کی قیمت میں

Marfat.com

دے ڈالو تو کیا کرو گے کہا کہ بصد خوشی جان بچانے کے لئے اس کوزہ آب کو خرید لونگا۔ سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ اچھا نوش جان کرنے کے بعد وہ پانی تمہارے مثانہ میں بند ہو گیا اور اس کا علاج دیگر نیمہ سلطنت دیئے بغیر نہ ہو سکے، تو کیا کرو گے، کہا بلا تامل حوالہ کر دوں گا۔ اس پر شقیق بلخی نے کہا کیا ناز کرتے ہو ایسی خلافت پر جس کی قیمت ایک کوزہ آب سے زیادہ نہیں اور جو پیشاب بن کر خارج ہو جاتی ہو۔ ہارون اس نصیحت سے حد درجہ متاثر ہوا۔

ابن یمین نے اس حدیث گرامی "ما قل وکفی خیر مما کثر والھی"، کو کس حسن وخوبی کے ساتھ قطعہ ذیل میں نظم کیا ہے

دو قرص نان، اگر از گندم است یا از جو — دو تائے جامہ، اگر کہنہ است یا خود نو
بہ چار گوشۂ دیوار خود بہ خاطر جمع — کہ کس نگوید ازیں جا بخیز و آں جا رو
ہزار بار فزوں تر بہ نزد ابن یمین — ز فر مملکت کیقباد و کیخسرو

ایک دوسرے اہل دل نے اپنی دنیوی زندگی کا نقشہ کس رنگین انداز میں پیش کیا ہے۔

بر لب دریا و دور از شہر در ویرانۂ — کردہ ام تعمیر بہر ماندن خود خانۂ
ایں دو دولت از خدا داریم ہر دم آرزو — خانۂ خالی ز غیر و صحبت جانانۂ

قدیماً وحدیثاً اسافل ہی ہمیشہ اس کرۂ ارض پر مرتفع رہے ہیں۔ کیونکہ دنیا مبغوض الٰہی اور کنیفۃ الآدم ہے۔ نمرود بن کنعان کو دیکھو۔ اس کی ماں جنگل میں چھوڑ کر چلی گئی تاکہ اس رسوائی سے بچے جو اس کے ماتھے پر کلنگ بن کر جھیل رہی تھی، ایک پلنگ نے اس کی پرورش کی، بعد کی زندگی میں اس نے جو رعونت اختیار کی وہ ظاہر ہے۔ فرعون ایک مزدور پیشہ تھا جو سرے

Marfat.com

ہوئے خربوزے فراہم کر کے فروخت کرتا تھا، بدہیئت اتنا کہ قد ڈیڑھ گز کا اور سبز رنگ کی ڈاڑھی ناف تک تھی، اس خوبصورتی پر رسولی یہ کہ خدائی کا دعوی کیا۔ بخت نصر یتیم تھا، باپ اس کا لکڑہارا تھا اس نے جو ہنگامہ قتل و غارت گری مچایا وہ معلوم و مشہور ہے۔ یہی حال ہر دور میں رہا ہے۔ خواہ حکمراں ہوں یا عوام کے سرکردہ سب اسی قماش کے علیم اللسان اور جاہل القلب، فکر تاریک اور طبع رکیک کے حامل۔ یہی وجہ ہے کہ صاحبان عقل و ہوش دنیا سے کنارہ کش رہے۔ مسخرے اور بھانڈوں کی ہر جگہ قدر و منزلت رہی اور کمینہ و دنی الطبع اقتدار کی کرسیوں پر ڈٹے رہے۔

زمرغان حرم در کام زاغاں طعمہ اندازد　　مدار روزگار سفلہ پرور را تماشہ کن

(حزین)

شیر را سلسلہ برگردن در وباہ بہ شب　　فارغ البال بہ اطلاق دمن میگردد
عاقل از کلبہ احزاں ننہد پا بیروں　　غافل از روئے طرب گرد چمن میگردد

انوری نے کس قدر حقیقت میں ڈوب کر یہ اشعار کہے ہیں۔

اے خواجہ مکن تا بتوانی طلب علم　　تا در طلب راتب ہر روزہ بمانی
رو مسخرگی پیشہ کن و مطربی آموز　　تا داد خود از کہتر و مہتر بستانی
فرعون بہ قبائے زر و باریش مرصع　　موسئے کلیم اللہ و چوبے و شبانی

زایزد مال را گر عزتے بودے فرستادے
بسوئے موسیٰ و عیسیٰ نہ با قارون و شدادے

Marfat.com

قرآن حکیم نے اس حیات فانی میں اہل دنیا کی سرگرمیوں اور مہم جوئیوں کو لہو و لعب زیب و زینت اور مال و اولاد میں تفاخر و تکاثر سے تعبیر کیا ہے، اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِیْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌ بَیْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ (الحدید ۲) جان رکھو دنیا کی زندگی کھیل تماشہ؛ ظاہری طمطراق، اور آپس میں ایک دوسرے پر فخر کرنا اور ایک دوسرے سے بڑھ کر مال و اولاد کا خواستگار ہونا ہے۔ دنیا دارِ مقر نہیں، دارِ ممر ہے اوّل غرور اور آخر مرور ہے۔ الدنیا تغر و تضر و تمر دنیا دھوکہ دینے والی، نقصان پہنچانے والی اور گذر جانے والی ہے۔

زر بدہ سرمہ سناں بہر نظر
ہمہ جانت نہ گردد مال و زر
(رومی)

دنیا کے برتنے میں پیغمبرانہ تعلیم صرف خدمتِ خلق پر زور دیتی ہے "راحت بدل رساں کہ ہمیں مذہب و بس"

چیست انسانی تپیدن در غمِ ہمسایگان
از سموم نجد در باغ عدن پژمان شدن
خوار دیدن خویش را، از خواری ابنائے جنس
در شبستان تنگ دل از محنت زندان شدن
آتش قحطے کہ در کنعاں بسوزد باغ و کشت
بر فراز تخت مصر از تاب آن بریان شدن

تا نشوی چشم و چراغ این جہان چون آفتاب
پوشش ہر تنگ دست و فرش ہر ویرانہ باش
(صائب)

ہر عالم رحم مادر کی طرح ہے
اور انسان اس میں جنین کی صورت

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ یَكُنْ شَیْـًٔا مَّذْكُوْرًا ۝ (الدھر ۱) انسان کی حیات ناسوتی کی ابتداء آب گندہ سے ہوئی، اور اس کی انتہا خاک پراگندہ ہے۔

Marfat.com

درمیانی زندگی کی یہ کیفیت ہے کہ کناّس کی طرح مدۃ العمر حامل قاذورات رہتا ہے۔ اس کی اس حالت کو ایک اہل اللہ نے بڑے مؤثر انداز میں پیش کیا ہے۔ جب کہ وہ ایک جابر اور گردن کش کو اس کی کنہ وحقیقت سے آگاہ کر رہے تھے۔ اَوَّلُکَ نطفۃٌ مذرۃ، وآخرک جیفۃٌ قذرہ، وانت بین ذالک تحمل العذرہ۔ اول ترا ایک نطفہ ناپاک، آخر ایک گندی لاش۔ اور درمیانی حالت یہ ہے کہ بھنگی کی طرح شکم کے پیٹ میں گندگی لئے پھرتا ہے ؎

از شکم تا بہ کنار آمادہٗ　　　از رہ بول دو بار آمادہٗ

عربی کا مشہور مقولہ ہے الوجود بین العدمین عدمٌ کالطھر المتخلل بین الدمین دو نیستوں کے درمیان والی زندگی بھی نیستی ہی میں داخل ہے۔ حضرت علیؑ کا ارشاد ہے اِنَّ الناسَ نیامٌ فاذا ماتوا انتبھوا۔ بیشک انسان رہین غفلت وخواب ہے، جب موت کا جھکولا آئیگا تو چونکے گا۔ انسان بہ وقت ولادت بے شعوری کی کیفیت میں جنم لیتا ہے، درمیانی زندگی غفلت وخود فراموشی میں گذرتی ہے، زندگی کی آخری منزل طے کرتے وقت پھر اسی غشی وبیہوشی کا شکار ہوتا ہے، نہیں جانتا کہ کہاں سے آیا تھا، اور کہاں جانا ہے۔

حیراں ہے بوعلی کہ میں آیا کہاں سے ہوں　　　رومی یہ سوچتا ہے کہ جاؤں کدھر کو میں

بوعلی اندر غبار ناقہ گم　　　دست رومی پردۂ محمل گرفت

اگر جنین سے یہ کہا جائے کہ تو اپنی آئندہ زندگی میں ایک ایسے عالم میں داخل ہوگا جو وسیع وعریض مرغزاروں اور پر فضا چمنستانوں اور گلزاروں سے آراستہ ہے تو وہ کبھی اس کا یقین نہیں کرے گا، اور اپنی اس موجودہ حالت کو آنے والی زندگی پر ترجیح دے گا معلوم ایسا ہوتا ہے کہ وہ اسی وجہ سے روتا پیٹتا اس دنیا میں داخل ہوتا ہے۔ اس گنبد افلاک کے نیچے والی دنیا کی حالت بھی آخرت کے مقابلہ میں رحم مادر کی سی ہے۔ انبیاء ورسل ہمیں بتلاتے ہیں —

اُعِدَّتْ لِعِبَادِیَ الصَّالِحِیْنَ مَا لَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ، اللہ تعالیٰ اپنے صالح بندوں کی ضیافت کے لئے ایسی آسائشیں مہیا کر رکھی ہیں جس کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی دل میں اس کا خیال گذرا۔ وہاں ہر ایک کے لئے وسیع باغات اور حور و قصور ہونگے، جن کے نیچے شہد اور دودھ کی نہریں جاری رہینگی، جواہر و مروارید سے مرصع بڑے بڑے شاندار محلات حد نظر تک پھیلے ہوئے ہونگے، ارض و سماء کی ساری وسعتیں اور پہنائیاں جنت کے ایک گوشہ میں سما جائیں گی۔ وَسَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ (آل عمران ۱۳۳) کوتاہ نظر اور قاصر الفہم انسان ان کو اسی طرح جھٹلا رہا ہے جس طرح وہ جنین شکم مادر میں رہ کر حیات موجودہ کا انکار کر رہا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ جو خود اپنی ذات سے آگاہ نہ ہو وہ دوسری چیزوں کی کُنہ و حقیقت سے کیا واقف ہو سکتا ہے۔

آگہ از خویشتن چو نیست جنین | چہ خبر دارد از چنان و چنین

مولانا روم نے مثنوی میں متعدد مقامات پر یہ مثال دی ہے کہ ہر عالم ایک رحم مادر کی طرح ہے، اور ان میں جو مخلوق ہے اس کی حالت جنین کی سی۔ جنین کی تقدیر تکمیل پاکر رحم سے منقطع ہوتا ہے تاکہ وہ ایک وسیع تر عالم میں قدم رکھ سکے، کفر و شرک سے آلودہ زندگیاں اسقاط حمل کی صورت لی ہوئی ہیں جسے قرآن خسر الدنیا والآخرہ سے تعبیر کرتا ہے۔

دلا تا کے دریں کاخ مجازی | کنی مانند طفلاں خاکبازی
توئی آں دست پرور مرغ گستاخ | کہ بودت آشیاں بیروں ازیں خاک
چرا زاں آشیاں بیگانہ گشتی | چو دوناں چغد ایں ویرانہ گشتی

جان چیست جنین نطفۂ صلبِ قضا — گیتی رحم است و تن مشیمہ است اورا
تلخئ اجل دردِ زہ مادر دھر — این مردن چیست زادن ملکِ بقاء

از رحم زادن جنیں را رفتن است — در جہاں اورا ز نو بشگفتن است

حکیم سنائی اپنے اس نغمہ میں اسی حسین تخیل کو الاپ رہے ہیں :-
در مقامے کہ علم و عرفان است — مردن جسم زادن جان است

حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ دنیا سے آدمی کے انتقال کرنے کو میں اس مثال سے مشابہہ پاتا ہوں جیسے بچہ ماں کے پیٹ میں یعنی تنگی و تاریکی سے دنیا کی کشادگی میں آیا ہو۔ یعنی آنے سے قبل اس کو بڑی راحت کی جگہ سمجھتا تھا مگر دنیا کی راحت ولذت دیکھ کر پھر رحم میں جانا نہیں چاہتا۔ اسی طرح دنیا میں رہ کر آخرت سے گھبراتا ہے مگر وہاں جاکر یہاں آنا پسند نہیں کرے گا۔ (اخرجہ ابن ابی الدنیا مرفوعًا)۔

وضع زمانہ قابل دیدن دوبارہ نیست — رو پس نکرد ہر کہ ازیں خاکداں گذشت

اس سے تائید اس دعوے کی ظاہر ہے کہ سفر آخرت بھی ایک ولادت ہے۔ اگر زندگی احکام الٰہی کے مطابق گذاری جائے تو مرنا ویسی ہی حیات نو ہے جیسے ولادت۔ کسی بزرگ نے اس صورت حال کا کیا دلآویز نقشہ کھینچا ہے۔

یاد داری کہ وقت زادن تو — ہمہ خنداں بُدند تو گریاں
آنچناں زی کہ وقت مردن تو — ہمہ گریاں بُدند تو خنداں

Marfat.com

خاصانِ خدا کی نظر میں موت،
اور وقت احتضار ان کی شگفتہ روئی

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں موت کو اپنی نعمتوں میں شمار کیا ہے۔
كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (البقرۃ ۲۷)

اے افرادِ نسلِ انسانی تم کس طرح اللہ کا انکار کر سکتے ہو جبکہ حالت یہ تھی کہ تمہارا وجود نہ تھا، اس نے زندگی بخشی، پھر وہی ہے جو زندگی کے بعد موت طاری کرتا ہے، اور موت کے بعد زندگی بخشیگا، اور بالآخر تم سب کو اس کی طرف لوٹنا ہے۔ سورۂ حج میں بھی ان ہی الفاظ میں اپنے نعائم و برکات کا اعادہ فرمایا گیا ہے۔ وَهُوَ الَّذِيْ اَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ (۶۶)

(۶۶) اور وہی ہے جس نے تم کو زندگی بخشی، پھر وہ موت طاری کرتا ہے، اور دوبارہ زندہ کرے گا، در اصل انسان بڑا ہی ناشکرا ہے۔ وہ حدیث مبارکہ جو اس مقالہ کے زیب عنوان ہے حضورؐ نے موت کو تحفہ و ہدیہ مومن فرمایا ہے۔ مسلم میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے، مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ، اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ " جو خدا کا ملنا یعنی موت اور آخرت کا طلبگار ہو، تو خدا بھی اس کے ملنے کو پسند فرماتا ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں آخری الفاظ جو حضورؐ کی لسان فیض ترجمان سے ادا ہوئے وہ رب اغفرلی والحقنی بالرفیق الاعلیٰ تھے۔ مواہب لدنیہ میں سہیلی سے روایت ہے کہ ایام استرضاع حلیمہ میں جو اولین کلمہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا وہ اللہ اکبر اور حالت احتضار میں آخری کلمہ الرفیق الاعلیٰ تھا۔ حضرت عمرؓ کی ہمہ وقت

Marfat.com

درگاہ الٰہی میں یہ دعا رہا کرتی تھی اللھم ارزقنی شہادۃً فی سبیلک
واجعل موتی فی بلد رسولک ' آپ کی خاتم پر یہ نقش کندہ تھا '
کفی المرء بالموت واعظا ' آدمی کے لیے موت بحیثیت واعظ کافی ہے ؎
مجلس وعظ گر ترا ہوس است مرگ ہر دم ز واعظ تو بس است
حضرت علیؓ کا یہ زریں ارشاد واللہ لا ابالی اقع علی الموت او
یقع الموت علی ' قسم خدا کی مجھے اس کی ذرا پروا نہیں کہ خود میں موت پر
گر پڑونگا یا موت مجھ پر گرے گی ۔ آپ سے درخواست کی گئی کہ معاندین کے
شر سے محفوظ رہنے کے لئے محافظ دستہ ساتھ رکھا جائے ' جواب میں
ارشاد ہوا ' سب سے بڑی محافظ انسان کی خود اس کی موت ہوتی ہے
ع موت کرتی ہے نگہبانی میری ۔ حضرت علیؓ نے یہ وصیت فرمائی
تھی کہ آپ کے جنازے پر یہ اشعار لکھے جائیں ۔
وَفَدْتُ عَلَی الکریم بغیر زادٍ ؛ من الحسنات والقلب السلیم
فحمل الزاد اقبح کل شیئٍ ؛ اذا کان الوفود علی الکریم
اس اعتماد پر رب کریم کے ہاں بلا نیکیوں اور قلب سلیم کے بے زاد و توشہ
مہمان ہوا ہوں ' کہ کسی سخی کے پاس کچھ لے جانا بڑا معیوب سمجھا جاتا ہے
؎ بہ جناب کرم افسوس درع پیش میر بے گناہی گنہے نیست کہ آنجا بخشند
(بیدل)
ہر کس بدرگہ کرمت برد تحفہ ؛ ما را ز دست خالی خود آستین پر است
گر بادہ در کف من ساغر شکستہ نیست نومید نیستم کہ در فیض بستہ نیست
(فیض)
جمال حال شود ترجمان استحقاق ؛ دلیل آب جگر تفتگی و تشنہ لبی است
(نظیری)
بہ شاہراہ ارادت بروئے گرد آلود نشستہ ایم بدریوزہ تا بہا بخشند
ظہور بخشش حق را بہانہ بے سببی ست ؛ دگر نہ شرم گنہ در شمار بے ادبی ست
(غالب)

حضرت سعید بن جبیر تابعی کا واقعہ قتل موت سے بے خوفی میں اپنی آپ مثال ہے۔ حجاج نے آپ سے کہا تم جس طرح بھی قتل کئے جانے کی تجویز پیش کروگے وہی طریقہ اختیار کیا جائیگا۔ انھوں نے حجاج سے مخاطب ہوکر کہا "یہ میرا نہیں گویا خود تیرا قتل ہے۔ تو جس طرح خود کو قیامت تک قتل کئے جانے کو پسند کرتا ہے وہی طریقہ میرے لئے اختیار کر۔ پھر حجاج نے کہا تم عفو و کرم کے خواستگار ہونا چاہتے ہو، انھوں نے کہا عفو و کرم خدا سے مانگا جاتا ہے، کسی مخلوق سے نہیں۔ حجاج غضبناک ہو کر انھیں قتل کر دینے کا حکم دیا، وہ ہنستے ہوئے روانہ ہوئے، واپس بلا کر ہنسنے کی وجہ پوچھی، کہا اللہ کے حلم اور تیری گستاخی پر خندہ زن ہوں، اس پر وہ اور جھلایا اور قربانی کے جانور کی طرح لٹا کر ذبح کرنے کا حکم دیا۔ وہ قبلہ رخ لیٹ کر، انی وجہت وجھی للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین پڑھنے لگے حجاج نے کہا ان کا رخ قبلہ کی سمت سے پھیر دیا جائے، انھوں نے فاین تولوا فثم وجہ اللہ کی آیت تلاوت کرنی شروع کی، اس پر حجاج نے کہا انھیں اوندھا لٹا دیا جائے ان کی زبان منہا خلقناکم وفیہا نعیدکم، ومنہا نخرجکم تارۃً اخری، میں رطب اللسان ہوگئی، آخرالامر اسی انداز پر انھیں ذبح کر دیا گیا، اور وہ کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے جاں بحق ہوگئے۔ شہادت سے قبل بارگاہ الٰہی میں یہ التجا کی کہ ان کے بعد حجاج کو کسی پر ظلم و زیادتی کی قدرت نصیب نہ ہو، چنانچہ پندرہ دن کے اندر نہایت خوفناک امراض میں مبتلا ہوکر عبرت ناک موت مرا

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را چنداں اماں نداد کہ شب را سحر کند

Marfat.com

شیخ فرید الدین عطار تاتاریوں کے ہاتھ جام شہادت نوش فرماتے وقت اپنی خانقاہ میں مریدین کے حلقہ میں جلوہ فرما تھے، تاتاریوں نے جب اہل حلقہ پر تلواریں چلانی شروع کیں تو آپ ہر وار پر پکارتے رہے "ایں چہ قہر است" "ایں چہ قہر است۔ لیکن جب آپ پر وار کئے جانے لگے تو زبان حمد و شکر میں رطب اللسان تھی" یہ الفاظ زبان پر تھے۔

قربانت شوم "ایں چہ لطف و احسان است
بہر رنگے کہ تو می آئی من ترا می شناسم

حضرت خواجہ نقشبند نے وصیت فرمائی تھی جنازے پر آیات قرآنی کی تلاوت بڑے درجہ اور نصیب والوں کے لئے ہے، ہم اس عظمت و بزرگی کے حامل نہیں" البتہ یہ اشعار پڑھے جائیں تو امید ہے کہ شاید میری مغفرت و بخشائش کی سبیل نکل آئے۔

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو
شیئاً للہ از جمال روئے تو

دست بکشا جانب زنبیل ما
آفریں بر دست و بر بازوئے تو

جب حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کا وقت آخر قریب آیا تو آپ نے بارگاہ الٰہی میں یہ مناجات کی کہ بارالٰہا! میری روح قبض کرنے کے لئے عزرائیل کو نہ بھیج، میں اپنی جان اس کے حوالہ نہ کروں گا۔ جب تو نے میرے اس کالبد خاکی میں روح پھونکی ہے، یہ تیری امانت تجھی کو سپرد کرنا چاہتا ہوں۔ یہ سب "لی مع اللہ وقت" کی کرشمہ سازیاں ہیں جس سے حضورؐ کے غلاموں کو بھی بہرہ وافر ملا تھا۔

فرشتہ گرچہ دارد قرب درگاہ
نگنجد در مقام لی مع اللہ

عجب سریست با معشوق مارا
کراماً کاتبیں را ہم خبر نیست

ایک بزرگ سکرات موت میں ہنس رہے تھے، حاضرین حیران تھے، کسی نے پوچھا یہ جانکنی کے وقت شادمانی کا کونسا محل ہے، فرمایا ؎

خوبرویاں چو پردہ برگیرند　　　عاشقاں پیش شاں چنیں میرند

عاشقان صادق کی موت پر خود قدرت بھی گواہی دیتی ہے، اخبار الاخیار میں یہ روایت ہے کہ جس وقت خواجہ اجمیریؒ کا وصال ہوا تو آپ کے ناصیہ جمال پر بخط نورانی یہ تحریر نمایاں تھی، حبیب اللہ مات فی حب اللہ

تحقیق حال ما زنگہ میتواں نمود　　　لختے ز حال خویش بہ سیما نوشتہ ایم (نظیری)

مپرس بندۂ درگاہ کیستم، کہ مرا ؛ تواں شناخت ز داغے کہ بر جبیں دارم

حضرت قطب الدین بختیار کاکی کا قول ہے کہ زندگی بے موت کسی قدر و قیمت کی حامل نہیں، جب وجہ پوچھی گئی تو یہ ارشاد ہوا" الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب قطب صاحب کا وصال عین حالت سماع میں چار شبانہ روز وجد حال میں رہنے کے بعد ہوا۔ تذکرہ نگاروں نے اس واقعہ کی تفصیل یوں پیش کی ہے کہ شیخ علی سکری کے ہاں مجلس سماع منعقد تھی خواجہ شریک محفل تھے، قوال نے شیخ احمد جام زندہ پیل کی یہ غزل چھیڑی "کشتگان خنجر تسلیم را ؛ ہر زماں از غیب جانے دیگر است" قطب صاحب پر ایک بے خودانہ کیفیت طاری ہوئی، چار شبانہ روز اس شعر پر وجد و حال کرتے رہے اور پانچویں دن رحلت فرمائی۔

اخبار الاخیار میں بابا فرید گنج شکر کے وصال کی تفصیل اس طرح پیش کی گئی ہے:۔

پانچویں دن مرض نے شدت اختیار کی، نماز عشا جماعت سے ادا فرمائی، اور پھر بے ہوش ہوگئے، کچھ دیر بعد ہوش میں آئے، دریافت کیا کہ نماز عشا ادا کر چکا

Marfat.com

کہا گیا کہ پڑھی جا چکی، فرمایا کہ بار دیگر پڑھ لوں معلوم نہیں کیا صورت پیش آئے دو بارہ نماز ادا کی اور غشی طاری ہو گئی، اس دفعہ بے ہوشی زیادہ عرصہ تک رہی، ہوش میں جب آئے تو کہا کہ کیا عشا پڑھ چکا، جواب دیا گیا دو مرتبہ ادا فرما چکے، کہا ایک بار اور پڑھ لوں معلوم نہیں کیا واقع ہو، تیسری مرتبہ نماز ادا کی بعد ازاں سر بسجدہ ہو کر یا حی یا قیوم فرماتے ہوئے جاں بحق ہو گئے۔

بہر نماز کنم صد ہزار سجدۂ شکر ؛ کہ در دیار تو دل نیت اقامت کرد (نظیری)

آفتابے زمکین دل ما جلوہ نمود ؛ ہمچو شبنم ہمہ تن غارت دیدار شدیم (ناصر علی)

میر خرد نے سیر الاولیاء میں حضرت سلطان المشائخ کے وفات کی تفصیل ان الفاظ میں کی ہے۔ وصال سے قبل سلطان المشائخ پر ایک کیفیت طاری تھی، نور تجلی سے ان کا باطن منور ہو رہا تھا، نماز کے اندر بار بار سجدہ کرتے، بہر نماز کنم صد ہزار سجدہ شکر، ہر وقت یہ دریافت فرماتے کہ کیا نماز کا وقت ہو چکا اور میں نماز ادا کر چکا، جب جواب دیا جاتا کہ نماز ادا کر چکے تو فرماتے کہ پھر پڑھ لیں، ہر نماز کو مکرر فرماتے، جتنے دن حالت احتضار میں رہے یہ دو باتیں پوچھتے، کیا آج جمعہ کا دن ہے، کیا ہم نماز ادا کر چکے، اور کبھی یہ مصرع دہراتے، میرویم و میرویم و میرویم، اپنے خادم قاضی اقبال کو حکم دیا کہ انبار خانہ کا غلہ و اجناس صدقہ کر کے وہاں جھاڑو دے دی جائے۔

وفات سے چالیس روز قبل سے غذا بالکل ترک فرما دی تھی، اور شدت سے گریہ غالب تھا، ایک گھڑی کے لئے آنسو نہ تھمتے تھے۔

رونے سے میرے ابر کا ہنگامہ سرد ہے ؛ آنکھیں اگر یہی ہیں تو دریا بھی گرد ہے

ان آنکھوں کا نت گریہ دستور ہے ؛ دو آبہ جہاں میں یہ مشہور ہے (درد)

دو دیدہ جوئے خیاباں و دل گلستاں است　　بہر کجا کہ نشینم، بہار خویشتنم

صبا با زلف یار من چہ کردی　　زدی برہم قرار من چہ کردی
مکدر گر نہ گرد ابا تو گویم　　کہ با مشت غبار من چہ کردی
بشستی گرد کیں از خاطر یار　　بگوا ے گریہ کار من چہ کردی
فگندی خار نرگس را بہ بستر　　بگوا ے گلعذار من چہ کردی

ایک خادم خاص نے عرض کیا کہ کئی دن سے مخدوم نے کھانا تناول نہیں فرمایا، جواب دیا جو حضرت رسالتمآب کی ملاقات کا مشتاق ہو اس سے دنیا میں کیسے کھانا کھایا جائے، آخر چہار شنبہ کے دن، جو آپ کی ولادت کا بھی یوم سعید تھا بوقت طلوع، زہد و عبادت، حقیقت و معرفت، اور ہدایت و ارشاد کا یہ آفتاب جہانتاب، اس دنیا سے غروب ہو کر دوسرے عالم میں افق تاب ہوا۔

طلوع ہے صفت آفتاب اس کا غروب　　یگانہ اور مثال زمانہ گوناگوں

نسیم صبح کہ دیوانہ وار میگذری　　ندا نمنت زکدا میں بہار میگذری
بہ نکہت تو کہ صد مستی و بہار در اوست　　زخود شدم مگر از کوئے یار میگذری
بجلوۂ تو چہ نیرنگہا ست حیرانم　　کہ فتنہ خیز ترا ز روزگار میگذری

سبع سنابل میں یہ روایت ہے کہ آپ کے اس دنیا سے سدھارنے اور فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر کے مقام امتیاز پر فائز ہونے پر جب

Marfat.com

جنازہ اٹھایا گیا تو قوالوں نے یہ غزل چھیڑ دی :-

سرو سیمنا بہ صحرا می‌روی
نیک بد عہدی کہ بے ما می‌روی

اے تماشہ گاہ عالم روئے تو
تو کجا بہر تماشہ می‌روی

دیدہ سعدی و دل ہمراہ تست
تا نہ پنداری کہ تنہا می‌روی

سلطان المشائخ کا دست مبارک کفن سے باہر ہو کر بلند ہوا، حاضرین میں سے کسی نے قوالوں کو سماع سے روک دیا اور یہ کہا کہ اگر سماع نہ روکا گیا تو حضرت مخدوم جنازے سے باہر آکر وجد و حال کرنے لگیں گے اور ایک فتنہ برپا ہو جائے گا۔ ع شعلہ مارقص در بیرون مجمر میکند۔

ہمہ جا رفتم واز بہر ندیدن رفتم
گوشش گم کردم واز شوق شنیدن رفتم

شرم ہمت گہرم را بخریدار نداد
آب گردیدہ و تاراج چکیدن رفتم

ہیچ صیاد بہ من صورت دامے ننمود
آن غزالم کہ بتاراج رمیدن رفتم

(ناصر علی سرہندی)

رسالہ وفات نامہ میں شیخ زین عربی نے شیخ شرف الدین یحییٰ منیری کے حالات احتضار بڑی شرح و بسط سے تحریر کئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک عاشق صادق اپنے محبوب کے دربار میں حاضر ہونے کے لئے پوری طرح تیاری باحسن الوجوہ مکمل کر رہا ہے۔ آخری وقت تک تلقین و ارشاد کا کام جاری تھا، ہر ایک سے بغلگیر ہو کر یہ ارشاد ہو رہا تھا کہ کل تم سے سوال کریں تو کہنا لا تقنطوا من رحمۃ اللہ لائے ہیں، اور مجھ سے پوچھا جائے تو میں بھی یہی کہوں گا۔

ندارم ہیچگونہ توشہ راہ
بجز لا تقنطوا من رحمۃ اللہ

اس کے بعد تین مرتبہ کلمہ طیبہ کا ورد فرمایا، پھر آسمان کی طرف ہاتھ بلند کر کے

Marfat.com

بڑے ذوق کے ساتھ یہ مناجات کی اللھم اصلح امۃ محمد، اللھم ارحم امۃ محمد، اللھم اغفر لامۃ محمد، اللھم انصر من نصر دین محمد، اللھم اخذل من خذل دین محمد برحمتک یا ارحم الراحمین۔ اس کے بعد زیر لب زبان مبارک پر یہ الفاظ جاری تھے۔ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون، لا الٰہ الا اللہ اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کہا اور جان بحق تسلیم ہو گئے۔

جناب عشق را درگہے بالاتر از عقل است
کسے آں آستاں بوسد کہ جاں در آستیں دارد

ایں جان عاریت کہ بہ حافظ سپرد دوست
روزے رخش بہ بینم و تسلیم وے کنم

عمر بگذشت بمحرومی اگر روز پسیں
ختم بر دولت دیدار شود باکے نیست

گر بباید ملک الموت کہ جانم ببرد
تا نہ بینم رخ تو، روح رمیدن ندہم

من دہمیں تمنا کہ بوقت جان سپردن
بہ رخ تو دیدہ باشم تو درون دیدہ باشی

بچہ ناز رفتہ باشد زجہاں نیاز مندے
کہ بوقت جان سپردن بہ سرش رسیدہ باشی

شیخ بہاء الدین ذکریا ملتانی رح وفات کے روز اپنے حجرہ میں مشغول عبادت تھے۔ ایک شخص نورانی صورت نمودار ہوا۔ ان کے صاحبزادے شیخ صدر الدین کے ہاتھ ایک سربمہر خط دیا۔ شیخ صدر الدین خط کا عنوان دیکھ کر متحیر ہو گئے اور اپنے والد کی خدمت میں پیش کر کے جب باہر آئے تو قاصد کو نہ پایا۔ خط پڑھتے ہی

Marfat.com

شیخ زکریا ملتانی کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی، اور فضا میں یہ آواز گونجتی سنائی دی، "دوست بدوست رسید"، صاحبزادے یہ آواز سن کر دوڑے ہوئے آئے دیکھا آواز حقیقت بن چکی تھی۔

حضرت اشرف جہانگیر سمنانیؒ کو وقت وصال جو سکینت حاصل تھی، وہ عجیب کیفیت کی حامل رہی۔ اپنے خلفاء اور معتقدین کو بلا کر نصیحتیں کیں اور جو برکات بزرگوں کی طرف سے ملے تھے انھیں تقسیم کیا، پھر ظہر کی نماز ادا کی، نماز کے بعد قوالوں کو طلب کر کے محفل سماع منعقد کی، قوالوں نے یہ اشعار پڑھنے شروع کئے :-

خوب تر زیں دگر نباشد کار   یار خنداں رود بجانب یار
سیر بیند جمال جاناں را   جاں سپارد نگار خنداں را

تو مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگے، اسی حالت میں جان جاں آفریں کے سپرد کر دی۔

شیخ صدر الدین زرکوب، جو مولانا کے مخلصین خاص میں سے تھے، اور جن کی ذات سے مولانا کو ایک والہانہ عشق تھا یہ وصیت کی تھی کہ ان کا جنازہ شادی کی برات کی طرح ساز و برگ کے ساتھ اٹھایا جائے، کسی طرح کا نوحہ ماتم نہ کیا جائے، کیونکہ یہ وہ مبارک دن ہے جس کی تمنائیں کی جاتی تھیں اس کے کامیاب وصول پر جتنی بھی مسرت و شادمانی کا اظہار کیا جائے وہ سزاوار ہے۔ چنانچہ اسی کے مطابق عمل کیا گیا۔ مولانا کے صاحبزادے سلطان ولدؒ، جو ان کے داماد بھی ہوتے تھے، اس واقعہ کو سلک نظم میں یوں پرویا ہے۔

Marfat.com

شیخ فرمود در جنازہ من | دہل آرید و کوس با دف زن
سوئے گورم برید رقص کناں | خوش و شاداں برید دست افشاں
تا بدانند کا ولیائے خدا | شاد و خنداں روند سوئے بقا
مرگ شاں عیش و عشرت و سوراست | جائے شاں خلد عدن پر حوراست
ایں چنیں مرگ با سماع خوش است | چوں ذبیحش نگار خوب کش است
ہمہ از جان و دل وصیت را | بشنیدند بے ریا و صفا

مولانا روم کی وفات کے قریب شیخ صدرالدین قونوی عیادت کے لئے آئے اور، شفاك الله تعالىٰ شفاء عاجلا" کہا، مولانا نے جواب دیا یہ شفا آپ ہی کو مبارک ہو کیا آپ کو یہ پسند نہیں کہ عاشق و معشوق کے درمیان صرف ایک پیرہن کا تار حائل ہے اور نور نور سے پیوست ہوا چاہتا ہے۔ کیا تمہیں یہ پسند نہیں، پھر یہ شعر پڑھا۔

من شدم عریاں زتن، او از خیال | می خرامم در نہایات وصال

شیخ صدرالدین حاضرین کے ساتھ رونے لگے، اس وقت ایک غزل فرمائی جس کا مطلع یہ ہے۔

چہ دانی تو کہ در باطن چہ شاہے ہم نشیں دارم | رخ زریں من منگر کہ پائے آہنیں دارم

افلاکی کی روایت کے مطابق آپ کی زوجہ محترمہ نے یہ تمنا ظاہر کی کہ کاش مولانا چار سو سال کی عمر پاتے اور اپنی اعلیٰ تعلیمات سے سارے عالم کو حقایق و معارف سے معمور فرما دیتے۔ آپ نے ان کے قلب مضطر کی ان الفاظ میں تسکین و تسلی فرمائی۔

مگر ما فرعونیم نگر ما نمرودیم، ما بعالم خاک پے اقامت نیامدیم، ما در زندان

دنیا محبوسیم امید کہ عنقریب بہ بزم حبیب رسیم، اگر برائے مصلحت، وارشاد بیچارگان نبودے، یکدم در نشیمن خاک نگزیدمے،

ترجمہ: کیا ہم فرعون ہیں، کیا ہم نمرود ہیں، ہم اس عالم خاک میں اقامت کے لئے نہیں آئے، ہم دنیا کے قیدخانہ میں محبوس تھے امید ہے کہ بہت جلد بزم حبیب میں باریاب ہوں گے، اگر مصلحت کا تقاضہ نہ ہوتا اور خستہ حالوں کی تعلیم وہدایت پیش نظر نہ ہوتی تو ایک لمحہ کیلئے بھی اس خاکدان ارضی میں رہنا پسند نہ ہوتا۔"

عین حالت نزع میں، جب کہ درد وکرب سے کسی پہلو قرار نہ تھا گیارہ بند کی طویل غزل کہی، جس کا ایک شعر ذیل میں تبرکاً درج کیا جاتا ہے:-

دردے ہست غیر مردن کاں را دوا نباشد پس من چگونہ گویم آں درد را دوا کن

آپ کے جنازے میں بلا تفریق ہر مذہب وملت کے افراد اس عقیدت مندی کے ساتھ شریک تھے جیسے کہ مسلمان، چنانچہ جب بعض عیسائیوں اور یہودیوں سے پوچھا گیا کہ مولانا روم سے تمہارا کیا تعلق تھا، تو انھوں نے کہا کہ اگر مسلمانوں کے لئے محمد کی جگہ پر تھے تو ہمارے حق میں عیسیٰ وموسیٰ کی جگہ پر تھے۔

عشق را با کافر و مسلم نباشد احتیاج ایں سخن بر مسجد و محراب میباید نوشت

مولانا کے وصال کے بعد چالیس روز تک اہل قونیہ سوگوار رہے، مگر وفور غم میں انھیں اس کا ہوش نہ رہا کہ ان کی وصیت اس ماتم گساری کے خلاف تھی ایک غزل میں مولانا نے اپنے احباب واقارب کی اس طرح دلداری کی ہے:-

بروز مرگ چو تابوت من روان باشد گمان مبر کہ مرا درد ایں جہان باشد

برائے من مگری و مگو دریغ دریغ بدام دیو در افتی دریغ آں باشد

Marfat.com

جنازہ ام چو بہ بینی مگو فراق فراق | مرا وصال و ملاقات آں زماں باشد
مرا بگور سپردن مگو وداع وداع | کہ گور پردۂ جمعیت جناں باشد
فرو شدن چو بدیدی بر آمدن بنگر | غروب شمس و قمر را چرا زیاں باشد
کدام دانہ فرو رفت در زمین کہ نہ رست | چرا بدانۂ انسانت ایں گماں باشد
ترا چناں بنماید کہ من بخاک شدم | بزیر پائے من ایں ہفت آسماں باشد

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ وفات سے چند ماہ پہلے یہ کہا کرتے تھے کہ مجھے اپنی عمر تریسٹھ سال کی معلوم ہوتی ہے، چونکہ یہ آرزو اتباع سنت میں حد درجہ شغف کا نتیجہ تھی، اللہ تعالیٰ نے صدق نیت کے باعث اس کو حقیقت کی صورت عطا فرمائی۔ اپنی حیات کی آخری شب برات کو تمام رات مصروف عبادت رہے، صبح جب گھر میں داخل ہوئے زوجہ محترمہ نے یہ کہا کہ معلوم نہیں کس کس کے نام دفتر ہستی سے کاٹے گئے ہیں۔ آپ نے کہا تم بطور تشکک کے یہ بات کہہ رہی ہو لیکن اس شخص کا کیا حال ہوگا جس نے خود اپنی آنکھوں سے اپنے نام کو محو ہوتے دیکھا ہو جس رات کی صبح آپ اس دنیا سے کوچ فرمانے والے تھے، حسب معمول تہجد کے لئے بیدار ہوئے، بڑے اطمینان سے وضو فرمایا اور نماز ادا کی پھر سب لوگوں سے معافی چاہی اور کہا کہ میری تیمارداری میں تمہیں بڑی زحمت اٹھانی پڑی آج یہ تکلیف ختم ہو جائے گی۔ آخر وقت ذکر اسم ذات کا شدت کے ساتھ غلبہ تھا، چنانچہ اسی حالت میں وقت صبح روح لطیف نے رفیق اعلیٰ سے شرف الحاق حاصل کیا۔ جس آیت و حدیث سے مادہ تاریخ وصال استخراج کیا گیا ہے، وہ آپ کی مغفرت و بخشائش پر شاہدان عدل

Marfat.com

ہیں الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم (الآیہ) الموت ھو جسر یوصل الحبیب الی الحبیب۔

سلطان محمد محی الدین اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ غازیؒ نے محاربات دکن اور اہم فتوحات سے فارغ ہو کر احمد نگر میں نزول اجلال فرمایا تو اپنی لسان الہام القیام سے یہ اعلان فرمایا "احمد نگر سفر اختتام ماست"۔ قلعہ دار خجستہ بنیاد اورنگ آباد نے یہ معروضہ گذرانا کہ حضور معلی احمد نگر سے یہاں تشریف لا رہے ہیں لہذا رونق افروزی سے قبل محلات کی ضروری ترمیم و داغد وزی کر دی جائے تاکہ آمد کے وقت کسی طرح کی تکلیف نہ ہو۔ جواب میں یہ حکم صادر ہوا۔

در لحد خاک کشاد است بغل بہر طلب   خواجہ از بے خبری رنگ سرا میریزد
زود باشد کہ دریں غفلت و حرص طلبش   استخوانہاش جدا گوشت جدا میریزد

عجب ازان خانہ زاد مزاجدان، باوجود آں روزے بہ احمد نگر رسیدیم مقرر فرمودیم کہ احمد نگر را ختم السفر بنولیسید، پس ہر گاہ احمد نگر ختم السفر گفتہ باشیم آمدن بہ خجستہ بنیاد چہ صورت دارد۔ در چند روز حیات گذشتہ سخن تفاوت نشدہ، انشاء اللہ المستعان تا بعد انتقال بسرائے جاوداں در اقوال و افعال تفاوت نخواہد شد۔

ترجمہ:- میں قیام احمد نگر کو ختم سفر کہہ چکا ہوں، حیرت ہے کہ باوجود مزاجداں ہونے کے تمہیں اس میں شک و تردد ہے، اب اس کے بعد اورنگ آباد آنے کا کیا سوال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس حیات میں ہماری ہر بات پوری فرمائی، امید ہے کہ دم آخر تک بھی اس میں کسی نوع سے فرق نہ ہونے پائے گا۔

عین حالت نزع میں، شہزادہ عالی جاہ محمد اعظم کو جو مکتوب اپنے دست

Marfat.com

خاص سے تحریر کیا، وہ فارسی ادب میں اپنی لطافت، شگفتگی اور انشا پردازی میں ایک بے مثال شہ کار کا حکم رکھتا ہے:-

سلام علیکم و علیٰ من لدیکم۔ پیری رسید و ضعف قوی شد، قوت از اعضا رفت۔ یگانہ آمدم و بیگانہ میروم۔ خبر از خود ندارم کہ کیستم و چہ کارہ ام۔ نفسے کہ بے ریاضت رفت افسوسِ آن باقی ماند، ملک داری و رعیت پروری ہیچ از من نیامد، عمر عزیز مفت رفت، خداوند در خانہ دارم و روشنائی آں در چشم تاریک خود نمی بینم۔ حیات پائیدار نیست، و از نفس رفتہ نشانے پدید نے وازا ستقبال توقع مفقود۔ تپ مفارقت کرد و جرم پوست تنہا گذاشت۔ ....

ہیچ با خود نیاوردم و ثمرہ گناہاں ہمراہ میبرم نمیدانم کہ در چہ عقوبت گرفتار خواہم شد۔ ہر چند نظر بر الطاف و رحمت امید قویست اما نظر بد اعمال و افعال تفکر نمیگذارد۔ چوں از خود گذشتم دیگرے کجا ماند

مصرع ہر چہ بادا باد ماکشتی در آب انداختیم۔ عیانت بندگان اگر چہ پروردگار خواہد کرد لیکن نظر بہ عالم ظاہر بر فرزندان ہم ضرور است کہ خلق اللہ و مسلمین ناحق کشتہ نشوند۔ .... الوداع الوداع الوداع

جمعہ کے دن نماز صبح کے بعد کلمہ توحید کا ذکر شروع کیا اور اسی ذوق و حال میں ملک مقتدر کے پہلو میں دیگر متقین کے ساتھ مقعد صدق میں جگہ پائی۔ روح و ریحان و جنت نعیم، مادہ تاریخ وفات ہے جو خلد مکان ہونے کی شہادت دے رہا ہے۔

رموز بے خودی میں علامہ اقبال نے حضرت عالمگیرؒ کو جو خراج عقیدت پیش کیا ہے یہاں چند ابیات انتخابًا زیب قرطاس کیے جاتے ہیں:-

حق گزید از ہند عالمگیر را   آں فقیر صاحب شمشیر را

درمیان کارزار کفر و دیں | ترکش مارا خدنگ آفریں
برق تیغش خرمن الحاد سوخت | شمع دیں در محفل ما بر فروخت
کور ذوقاں داستانہا ساختند | وسعت ادراک او نشناختند

در صف شاہنشہاں یکتاستے
فقر او از ترکشش پیداستے

شیخ عبدالعزیز صاحب درود تاج کا واقعہ رحلت غلام علی آزاد بلگرامی نے مآثر الکرام میں بایں الفاظ سپرد قلم کیا ہے:-

وقت رحلت در حالت ذوق و شوق از عالم رفت۔ حافظ محمد صادق مردے خوش خوان و خوش الحان بود، اورا فرمودند کہ قرآن بخوانید، سورۂ ق خواندن گرفت، چوں بآیہ نحن اقرب الیہ من حبل الورید رسید حالت شوق غلبہ کرد، سہ مرتبہ کلاہ از سر مبارک بہ رقص آورد، باز حافظ آیہ ھوالاول وھوالآخر وھوالظاھر والباطن وھو بکل شئی علیم قرات کرد شیخ را طرفہ ذوقے و حالتے بہم رساند، چون قرآت تمام کرد سبحان ربک رب العزت عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین، خواند، شیخ ہر دو دست مبارک بروئے مشکبوئے فرود آورد و بر سینہ فیض گنجینہ برد و جاں بہ جاناں تسلیم نمود۔

ابن یمین نے حالت نزع میں تلاوت قرآن کرتے ہوئے اپنی اس حالت کا جس رباعی میں نقشہ کھینچا تھا، شیخ نے بھی اپنے تئیں اس کا پورا مصداق بنایا

منگر کہ دل ابن یمیں پر خوں شد | بنگر کہ ازیں سرائے فانی چوں شد
مصحف بکف و چشم بیرہ و روئے بدوست | با پیک اجل خنداں زباں بیروں شد

مرزا مظہر جان جاناں کے پاس شہادت سے کچھ دنوں قبل ان کے ایک عقیدت مند نے اصلاح کے لیے ایک غزل ان کے ہاں روانہ کی، جواباً تحریر کیا کہ فقیر امروز فردا میں دارالبقا کو کوچ کرنے والا ہے، اب اتنی فرصت کہاں کہ شعر و سخن کی طرف توجہ کرسکوں، جو وقت بھی یاد الٰہی میں گزرے وہ غنیمت ہے البتہ ایک شعر لکھ بھیج رہا ہوں تاکہ بطور یادگار تمہارے پاس رہے ۔

لوگ کہتے ہیں مرگیا مظہر   فی الحقیقت میں گھر گیا مظہر

بڑی تمنا تھی کہ اپنے اجداد کرام علی و حسین علیہم السلام کی طرح شہادت کا درجہ حاصل کریں، اللہ تعالیٰ نے یہ تمنا پوری کی، محرم کی ۷ تاریخ ایک غالی شیعہ نے قرابین کا نشانہ بنایا، سینہ پر زخم آیا جو کاری اور جان لیوا ثابت ہوا، تین روز تک تڑپتے رہے اور خود اپنے یہ اشعار ترنم والحان سے دہراتے رہے۔

بنا کردند رسم خوش بہ خون و خاک غلطیدن   خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را
زخم دل مظہر مبادا بہ شود آگاہ باش   کیں جراحت یادگار ناوک مژگان اوست

یہ بھی تمنا تھی کہ حضرت علیؑ کی طرح وہ بھی تین دن تک اسی زخمی حالت میں زندہ رہیں چنانچہ یہ التجا بھی بارگاہ الٰہی میں مستجاب ہوئی، نجف علی خاں حاکم شہر نے درخواست کی کہ قاتل کا پتہ نہیں چلتا، نشاندہی فرمائی جائے تاکہ سزا دی جاسکے۔ جواب میں فرمایا: "قصاص در شریعت غرا برائے شخص زندہ است نہ شخص مردہ، چوں فقیر از جماعت مردگان است، قصاص روا نیست اگر درحضرت سلطان اسیر آیند شر فقیر لفرستادند تا مراخذہ و مطالبہ ... طریقت لازم است نمودہ آید یعنی عفو تقصیر بلکہ احسان ... شود کہ آخر مارا ازیں جہاں کوچ مسلم ... دست ان ...

Marfat.com

تشنۂ مردن بود شخصے کہ سیر از زندگیست　　از جفایم کشتہ اند، اما چہ احسان کردہ اند
آں کشتہ ہیچ حق محبت ادا نہ کرد　　کز بہر دست و بازوئے قاتل دعا نہ کرد

نواب نجف علی خاں نے جراحان فرنگ کو خدمت میں بغرض علاج روانہ کیا جواب میں یہ کہلوایا "بعد از دعا بگوئید کہ اگر رشتۂ حیات در کارگاہ تقدیر سالم و باقی است از دست جراحان مسلمان خدا شفا خواہد بخشید، وگرنہ در نفس اخیر از کفار فرنگ استعانت نمودن والتجا بآنہا بردن خلاف آئین اسلام است"

زندگی بے منت ار آید میسر باک نیست　　ہمتش نازم کہ ممنون مسیحا میشود

یوم عاشورہ کو اپنے جد بزرگوار حضرت امام حسین علیہ السلام کی مطابقت میں اپنی جان شیریں خسرو ارض وسما کی بارگاہ میں شاداں و فرحاں گذارنے کی سعادت حاصل کی۔

بقدر وسعت مشرب بہر کس جرعہ دادند　　تو در پیمانہ مے داری و من خون جگر دارم

آپ نے اپنے وصیت نامہ میں موت کو ان الفاظ میں سراہا ہے:۔

"عجب است از کسے کہ مرگ را دوست ندارد، مرگ است کہ موجب لقائے الٰہی ست، مرگ است کہ سبب زیارت رسالت پناہی ست، مرگ است کہ بدیدار اولیا میرساند، مرگ است کہ بدیدار عزیزاں مسرور میگرداند، فقیر مشتاق زیارت ارواح طیبہ کبرای دین است وسخت آرزو دارد کہ بدیدار مصطفیٰ و خلیل خدا مشرف گردد علیہم الصلوٰۃ والسلام و بزیارات امیر المومنین صدیق اکبر و امام حسن مجتبیٰ، سید الطائفہ حضرت جنید و حضرت خواجہ نقشبند و حضرت مجدد رضی اللہ عنہ فیض یاب شود و دل فقیر بخدمت این اکابر محبت خاص دارد۔"

گرد مستاں گرد، اگر کم میرسد بوئے رسد　　گرچہ ہم بوئے نباشد رویت ایشاں بس است

با دوست کنج فقر بہشت ست بوستاں — بے دوست خاک بر سر جاہ و تونگری

آنرا کہ تو ہستی، چہ کم آید ہستی

حافظ شیرازی نے موت کے خیر مقدم میں ایک بے مثال غزل کہی ہے، جو ہر قلب مومن کی پکار ہے۔ جس کا ہر شعر ترس مرگ کے ازالہ اور مردہ قلوب کو حیات تازہ بخشنے میں اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔

خرم آں روز کزیں منزل ویراں بروم — راحت جاں طلبم، از پے جاناں بروم

چوں صبا با دل بیمار و تن بے طاقت — بہواداری آں سرو خراماں بروم

نذر کردم کہ گریں غم بسر آید روزے — تا در میکدہ شاداں و غزلخواں بروم

تتمۂ مبحث

مسلماں زادہ و نامحرم مرگ — ز بیم مرگ لرزاں تا دم مرگ

دلے در سینہ چاکش ندیدم — دم بگسستۂ بود و غم مرگ

(اقبال)

علامہ اقبال کا سارا کلام اسی بیم و ترس مرگ کو مسلمانوں کے قلوب سے دور کرتا ہے۔ وہ سب سے پہلے موت کے عالمگیر اور اٹل ہونے کی طرف ہماری توجہ مبذول کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ جب موت سے کسی طرح مفر نہیں تو اس سے ڈرنا بے سود ہی نہیں بلکہ خلاف عقل بھی ہے۔ موت کی منزل سے گذرنے کے بعد انسان کو وہ زندگی حاصل ہوتی ہے جو خضر کو اپنی عمر دراز میں بھی نصیب نہیں۔ غرض ہم قدرت کے کسی منظر پر غور کریں ہمیں زندگی ہی زندگی ہر طرف دکھائی دے گی، موت صرف ایک عارضی حادثہ ہے جس کی دہلیز سے

Marfat.com

گذر کر ہم زندگی کی ایک دوسری منزل میں قدم رکھتے ہیں۔ یہ نشیمن خاکی ہو یا عالم آخرت، دونوں ہماری زندگی کی جولانگاہ ہیں۔

مختلف ہر منزل ہستی کی رسم وراہ ہے آخرت بھی زندگی کی ایک جولانگاہ ہے

موت کا خوف زندگی کے لیے سم قاتل ہے، ہوس زیست اگر حد سے متجاوز ہو جائے تو وہی مرگ کی قائم مقام بن جاتی ہے۔ مولانا محمد علیؒ نے کس قدر اعلیٰ و پاکیزہ اور بلند شعر کہا ہے۔

خاک جینا ہے اگر موت سے ڈرنا ہے یہی ہوس زیست ہو اس درجہ تو مرنا ہے یہی

جب اس بات پر ایمان ہے کہ موت کے آنے میں ایک ثانیے کی بھی دیر سویر نہیں ہو سکتی، عمر جس کو قرآن حکیم اجل مسمّی کا نام دیتا ہے، یعنی حیات کی وہ مقررہ مدت جو کسی طرح گھٹ اور بڑھ نہیں سکتی۔ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اناج کے ایک ایک دانے اور انفاس کی آمد و شد کی تعداد معین و معدود کی ہوئی ہے۔ جبتک کوئی متنفس انھیں پوری نہیں کرلیتا وہ اس دنیا سے آخرت کی طرف کوچ نہیں کرسکتا۔ جیساکہ بیان کیا گیا قرآن حکیم نے موت کو "یقین" کا نام عطا کیا ہے۔ انسان کے فطری نسیان و ذہول نے اس یقین کو مشکوک بنا دیا ہے۔ جہاں ایک سکنڈ رہنے کی ضمانت نہیں، وہاں ایسے کام کرتا ہے کہ کبھی اس کو یہاں سے جانا ہی نہیں، ہر وقت جینے پر مرتا رہتا ہے، یہ زندگی بھی کوئی زندگی ہے جو ہمہ وقت غم واندوہ مرگ میں گھلتی رہے اور اجیرن بن جائے

تا کے نعیم منغّص و سہل خوردن خود را ز تردد ایں ہمہ افسردن

اے درد اجل چو ہیچ کس را نگذاشت بر زیستن ایں قدر نباید مردن

وہی ملت زندہ رہ سکتی ہے، جس کے افراد صحیح طریقہ پر مرنا جانتے ہوں۔

Marfat.com

ع "جسے مرنا نہیں آتا، اسے جینا نہیں آتا۔"

موت ہی جینے کے گُر سکھاتی ہے، کامیاب زندگی سے اسی کو سرفراز کیا جاتا ہے، جو سرخرو موت کا خواستگار ہو۔ لہذا موت ڈرنے کی نہیں خوش آمدید کہنے کی چیز ہے۔ خون جب تک جسم میں رہتا ہے وہ ایک ہی آدمی کے لئے وجہ زیست بنتا ہے، لیکن جب جسم سے مفارقت پاکر اپنے ماحول اور گرد وپیش کو لالہ زار بنا دیتا ہے تو قوموں کی قومیں زندہ ہو جاتی اور دنیا کا نقشہ بدل دیتی ہیں۔ موت ہی سے لطف زندگی ہے، ع "نہ ہو جینا تو مرنے کا مزا کیا"۔ اسلام اسی خیال و تصور کو عالم انسانیت کے قلب و دماغ میں جاگزیں کرنا چاہتا ہے۔

زندگانی نتواں گفت حیاتے کہ مراست   زندہ آنست کہ با دوست وصالے دارد

تو اے بلند نظر شاہباز سدرہ نشیں   نشیمن تو نہ ایں کنج محنت آبادست

نشان مرد مومن با تو گویم   چو مرگ آید تبسم بر لب اوست

دنیا دار امتحان اور دار عمل ہے۔ یہاں صرف عمل درکار ہے، مزد و اجر کا خواہاں ہونا نہیں۔ یہاں صلہ و بدلہ کے لئے چشم داشت موجب حرمان و خسران ہے۔ اس کے لئے دوسرا عالم رکھا گیا ہے۔

عالم اول جہان امتحان   عالم ثانی جزائے این و آں

تو بندگی چو گدایاں بہ شرط مزد مکن   کہ خواجہ خود روش بندہ پروری داند

انسان کا یہ طویل سفر جو روز الست اور نفخ روح سے شروع ہوا تھا

Marfat.com

تمام منازل و مراحل طے کرتا ہوا، اگر راہ میں شیطان رہزنی نہ کرے اور اُچک نہ لیجائے تو، اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ، فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ کی منزل پر اختتام پذیر ہوتا ہے مصرعہ "پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا" منہ بد او الیہ یعود

حریم خاص ہے اس کا نشیمن ابدی — نہ تیرہ خاکِ لحد ہے نہ جلوہ گاہِ صفات (اقبال)

ابن یمین نے کس قدر ایجاز و بلاغت کے ساتھ حیات انسانی کے اس با ابتدا اور بے انتہا سفر کو ابیات ذیل میں کس وجد آفریں انداز فردوس ہوش و آگہی بتایا ہے۔

زدم از کتم عدم خیمہ بہ صحرائے وجود — از جمادی بہ نباتے سفرے کردم و رفت

بعد ازانم کشش نفس بہ حیوانی برد — چوں رسیدم بوے ازوے گذرے کردم و رفت

بعد ازاں در صدف سینۂ انساں بہ صفا — قطرۂ ہستی خود را گہرے کردم و رفت

با ملایک پس ازاں صومعۂ قدسی را — گرد برگشتم و نیکو نظرے کردم و رفت

بعد ازاں رہ سوئے او بردم و چوں ابن یمیں
ہمہ او گشتم و ترک دگرے کردم و رفت

اِنَّهٗ مُيَسِّرٌ لِكُلِّ عَسِرٍ وَهُوَ عَلٰى مَا يَشَآءُ قَدِيْرٌ وَّبِالْاِجَابَةِ جَدِيْرٌ

ہر کہ خواند دعا طمع دارم — زانکہ من بندۂ گنہ گارم

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

Marfat.com

کتابیات

تمتع زہر گوشہ یافتم زہر خرمنے خوشہ یافتم

اس مقالہ کی تیاری میں ہنگام تحریر و تسوید جو چمنستان علوم و معارف زینت دامان نظر رہے خزینۂ خیال میں جو لآلیٔ آبدار اور شہ پارے محفوظ تھے وہ ان سے سوا ہیں۔

ہیچ گہ ذوق طلب از جستجو بازم نداشت دانہ می چیدم من آں روزے کہ خرمن داشتم

(۱) قرآن حکیم

(۲) ترجمان القرآن جلد اول و دوم — ابوالکلام آزاد

(۳) مدارج النبوۃ — شیخ عبدالحق محدث دہلوی رح

(۴) سیرۃ النبی جلد چہارم — سید سلیمان ندوی رح

(۵) مشارق الانوار — رضی الدین صنعانی رح

(۶) تفصیل النشاتین و تحصیل السعادتین — امام راغب رح اصفہانی

(۷) سبع سنابل — عبدالواحد بلگرامی

(۸) زبدۃ المقامات — خواجہ ہاشم کشمی

(۹) شرح تعرف — ابوبکر بن اسحاق کلاباذی

(۱۰) کلمات طیبات — مکتوب اولیاء کرام

(۱۱) مکتوبات دو صدی — شیخ شرف الدین یحیی منیری

(۱۲) شرح فتوح الغیب — شیخ عبدالحق محدث دہلوی

(۱۳) کتاب المکاتیب و الرسائل — " " " "

Marfat.com

(۱۴) درالمعارف — روف احمد

(۱۵) معمولات مظہریہ — نعیم اللہ بہرائچی

(۱۶) اخبار الاخیار — شیخ عبدالحق محدث دہلوی

(۱۷) کیمیائے سعادت — امام غزالی

(۱۸) مناقب عارفین — شمس الدین افلاکی

(۱۹) زندگانی مولانا جلال الدین رومی — بدیع الزماں

(۲۰) تاریخ تصوف — ڈاکٹر قاسم غنی

(۲۱) تذکرۃ الموتی — قاضی ثناء اللہ پانی پتی

(۲۲) تذکرۃ المعاد — " " "

(۲۳) سوانح مولانا روم — شبلی نعمانی

(۲۴) حکمت رومی — ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم

(۲۵) تشبیہات رومی — "

(۲۶) فکر اقبال — "

(۲۷) لب لباب مثنوی — حسن بن علی النقی الکاشفی

(۲۸) بزم صوفیہ — صلاح الدین عبدالرحمن

(۲۹) تاریخ دعوت و عزیمت حصہ سوم — ابوالحسن علی ندوی

(۳۰) گل رعنا — مولوی حکیم عبدالحی

(۳۱) کلام اقبال — علامہ اقبال

(۳۲) تصوف حیات اقبال کے کلام میں — ڈاکٹر رضی الدین

(۳۳) کلیات بیدل — عبدالقادر بیدل

(۳۴) دیوان نظیری — نظیر نیشاپوری

(۳۵) دیوان عرفی — عرفی شیرازی

(۳۶) دیوان ناصر علی سرہندی

(۳۷) تقصار — نواب صدیق حسن خان

(۳۸) ایقاد المنن — "

(۳۹) فتح الخلاق — "

(۴۰) اتحاف النبلا — "

(۴۱) خیرۃ الخیرہ — "

(۴۲) الحقوق والفرائض — حافظ نذیر احمد

(۴۳) وقائع عالمگیری — چودھری نبی احمد سندیلوی

(۴۴) رقعات عالمگیر

(۴۵) علمائے ہند کا شاندار ماضی — محمد میاں

(۴۶) علمائے ہند — رحمان خاں

(۴۷) کلمات الشعراء — سرخوش

Marfat.com

مطبوعاتِ انسٹی ٹیوٹ آف انڈو مڈل ایسٹ کلچرل اسٹڈیز

۱ - اساسِ تہذیب (اردو) از ڈاکٹر سید عبداللطیف — قیمت ۴ روپے ۵۰ پیسے

۲ - آوٹ لائن آف کلچرل ہسٹری آف انڈیا (انگریزی) تصنیف ڈاکٹر سید عبداللطیف ″ ۱۵ ″ ۰

۳ - دی گیتا اینڈ دی قرآن (انگریزی) مؤلفہ پنڈت سندر لال مترجمہ سید اسد اللہ ″ ۶ روپے ۰

۴ - انڈیا آف یسٹرڈے (انگریزی) مؤلفہ ڈاکٹر سید محمود مترجمہ سید اسد اللہ ″ ۳ ″ ۰

۵ - بیسس آف اسلامک کلچر (انگریزی) از ڈاکٹر سید عبداللطیف ″ ۱۰ ″ ۰

۶ - ویمن ان اسلام (انگریزی) مالک رام کی کتاب "اسلام میں عورت کا مقام" ″
مترجمہ پروفیسر عبدالعلی

۷ - تذکرۂ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت (اردو) از سخاوت مرزا ″ ۸ ″ ۰

۸ - تہافتہ الفلاسفہ از امام غزالی (اردو) ترجمہ ڈاکٹر میر ولی الدین ″ ۱۰ ″ ۰

۹ - روحِ اسلام اقبال کی نظر میں (اردو) از ڈاکٹر غلام عمر خاں ″ ۴ ″ ۰

Marfat.com

مطبوعات اکاڈیمی آف اسلامک اسٹڈیز

۱ - دی مائنڈ القرآن بلڈز (انگریزی) از ڈاکٹر سید عبداللطیف قیمت ۴ روپے

۲ - وہ ذہن جس کی تعمیر قرآن کرتا ہے (اردو) مترجمہ پروفیسر عبدالقیوم باقی و ڈاکٹر راحت اللہ خاں ۳ "

۳ - دی بیسک کن سپٹس آف دی قرآن (انگریزی) ۶ "
مولانا ابوالکلام کی تفسیر سورۂ فاتحہ کی انگریزی تخلیص

۴ - بنیادی تصورات قرآن (اردو) سورۂ فاتحہ کی انگریزی تخلیص کا ترجمہ ۲ " ۵۰ پیسے

ملنے کا پتہ

۱- انسٹی ٹیوٹ آف انڈو مڈل ایسٹ کلچرل اسٹڈیز
آغا پورہ، حیدرآباد (آندھرا پردیش)

۲- اعجاز پرنٹنگ پریس - پریس لین - چھتہ بازار
حیدرآباد ۲ (آندھرا پردیش)

Marfat.com

176

اسلام اور تصورِ موت

از

محمدؐ قطب الدین احمد

شائع کردہ

انسٹی ٹیوٹ آف انڈو مِڈل ایسٹ کلچرل اسٹڈیز

۱۹۶۴ء

مکتبہ نشاۃ ثانیہ
حیدرآباد